



علامہ مولانا
ناصر الدین ناصر القادری المدنی

محمد امجد مکتبی

صندھو پبلیشرز کراچی

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فون: 0300-2292637/0303-6201396

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری

نام کتاب	ناصر الاصول فی حدیث الرسول ﷺ
مصنف	حضرت علامہ مولانا ناصر الدین ناصر الممدنی
پروف ریڈنگ	عبدالرضا محمد عاصم یسین العطاری الممدنی
	محمد عمران عطاری بن محمد یوسف
کمپوزنگ	راشد یسین عطاری
گرافکس	شبیر احمد اسٹیل ٹاؤن کراچی
باہتمام	امجد مدنی بفرزون
ناشر	صدیقی پبلشرز کراچی
ہدیہ	روپے

ملنے کا پتہ

- ﴿﴾ مکتبہ قادریہ یونیورسٹی روڈ پرانی سبزی منڈی کراچی
- ﴿﴾ مکتبہ غوثیہ یونیورسٹی روڈ پرانی سبزی منڈی کراچی
- ﴿﴾ مکتبہ المدینہ حیدر آباد
- ﴿﴾ مکتبہ المدینہ نواب شاہ
- ﴿﴾ مکتبہ المدینہ بوہر گیٹ ملتان
- ﴿﴾ مکتبہ برکات رضا بل مقابل کریسٹ ماڈل ہائی سکول شیخوپورہ روڈ فیصل آباد

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	اصطلاحات اصول حدیث	۳
۲	حدیث، خبر، اثر، متن، محدث، حافظ حدیث، حجۃ علم حدیث اور اس کی تعریف	۴
۳	علم اصول حدیث	۵
۴	علم اصول حدیث کا موضوع	۵
۵	خبر متواتر	۶
۶	لغوی تعریف، اصطلاحی تعریف	۶
۷	خبر متواتر کی شرائط، کثرت رواۃ	۶
۸	خبر کا تعلق امر محسوس سے ہو	۸
۹	متواتر کا حکم	۸
۱۰	کثرت ہر طبقہ میں ہو	۸
۱۱	خبر متواتر کی اقسام	۸
۱۲	متواتر لفظی، متواتر معنوی	۸
۱۳	خبر احاد	۸
۱۴	لغوی تعریف، اصطلاحی تعریف	۸
۱۵	خبر احاد کی اقسام	۹
۱۶	خبر مشہور	۹
۱۷	لغوی تعریف، اصطلاحی تعریف	۹
۱۸	مستفیض	۹
۱۹	لغوی تعریف، اصطلاحی تعریف	۹
۲۰	خبر عزیز	۹

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۰	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۲۱
۱۰	غریب	۲۲
۱۰	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۲۳
۱۰	غریب کی اقسام	۲۴
۱۰	غریب کا دوسرا نام و	۲۵
۱۱	غریب مطلق	۲۶
۱۱	غریب نسبی	۲۷
۱۱	قوت و ضعف کے اعتبار سے خبر احاد کی اقسام	۲۸
۱۱	مقبول، مردود	۲۹
۱۱	خبر مقبول کی اقسام	۳۰
۱۱	صحیح لذات، عدالت	۳۱
۱۲	ضبط	۳۲
۱۲	ضبط کے اغوی معنی	۳۳
۱۲	ضبط کی دو اقسام	۳۴
۱۲	ضبط صدر	۳۵
۱۲	ضبط کتاب	۳۶
۱۲	اتصال سند	۳۷
۱۲	غیر معلل	۳۸
۱۲	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۳۹
۱۲	شاذ	۴۰

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
	اصح الاسانید	۴۱
۱۴	صحیح پر پہلی کتاب	۴۲
۱۵	بخاری و مسلم کا موازنہ	۴۳
۱۶	صفات کے لحاظ سے بخاری و مسلم کا موازنہ	۴۴
۱۸	اتصال سند	۴۵
۱۸	عدالت و ضبط رواۃ	۴۶
۱۸	عدم شذوذ و عدم تعطل	۴۷
۱۸	حدیث حسن لذاتہ	۴۸
۱۹	انہوی تعریف - اصطلاحی تعریف	۴۹
۱۹	صحیح لغیرہ	۵۰
۱۹	حدیث حسن لغیرہ	۵۱
۲۰	حجیت حدیث حسن	۵۲
۲۰	خبر مقبول کی قسم	۵۳
۲۰	محکوم الحدیث	۵۴
۲۰	انہوی تعریف - اصطلاحی تعریف	۵۵
۲۱	مختلف الحدیث	۵۶
۲۲	ناصح و منسوخ	۵۷
۲۲	صحیح بذریعہ انص	۵۸
۲۲	صحابی کی تصریح	۵۹
۲۳	صحیح کا تاریخ سے ثبوت	۶۰

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۲۳	الحکوم	۶۱
۲۳	اجماع امت	۶۲
۲۴	ناسخ و منسوخ کی معرفت	۶۳
۲۵	متوقف فیہ	۶۴
۲۵	الترجیح بحال الراوی	۶۵
۲۵	الترجیح بالعمل	۶۶
۲۵	الترجیح بکیفیۃ الراویۃ	۶۷
۲۵	الترجیح بوقت الورد	۶۸
۲۵	الترجیح بلفظ الخبر	۶۹
۲۶	الترجیح بالحکم	۷۰
۲۶	الترجیح بامر خارجی	۷۱
۲۶	حدیث ضعیف	۷۲
۲۶	لغوی تعریف - اصطلاحی تعریف	۷۳
۲۶	ضعیف ترین سندیں	۷۴
۲۸	حدیث ضعیف کی تقویت کی وجہ	۷۵
۳۰	خبر مردود	۷۶
۳۱	سقوط راوی	۷۷
۳۱	سقوط ظاہر	۷۸
۳۱	سقوط خفی	۷۹
۳۱	سقوط ظاہر کی اقسام	۸۰

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۱	حدیث معلق	۸۱
۳۱	لغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۸۲
۳۲	حدیث معلق کی چند صورتیں	۸۳
۳۶	حدیث مرسل	۸۴
۳۶	لغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۸۵
۳۶	حدیث مرسل کی حیثیت	۸۶
۳۸	حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلیل	۸۷
۳۸	معضل	۸۸
۳۸	لغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۸۹
۳۹	حدیث معضل اور معلق کے مابین فرق	۹۰
۳۹	مادہ اتفاق مادہ افتراق	۹۱
۳۹	حدیث منقطع	۹۲
۴۱	مدلس	۹۳
۴۱	مثال	۹۴
۴۱	لغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۹۵
۴۱	مدلیس کی اقسام	۹۶
۴۱	مدلیس الاسناد	۹۷
۴۱	مدلیس الشیوخ	۹۸
۴۲	مدلیس التسویۃ	۹۹
۴۲	مدلیس الشیوخ کی مثال	۱۰۰

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۴۲	تدلیس الشیوخ کا حکم	۱۰۱
۴۳	مرسل خفی	۱۰۲
۴۳	مرسل خفی کی پہچان کی صورتیں	۱۰۳
۴۴	مدلس اور مرسل خفی میں فرق	۱۰۴
۴۴	حدیث معنعن اور مؤنن	۱۰۵
۴۴	معنعن کی تعریف	۱۰۶
۴۵	مؤنن کی تعریف	۱۰۷
۴۵	روایت مردود بسبب طعن راوی	۱۰۸
۴۵	اسباب طعن متعلق عدالت	۱۰۹
۴۵	اسباب طعن متعلق ضبط	۱۱۰
۴۵	روایت موضوع	۱۱۱
۴۵	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۱۱۲
۴۶	روایت کا موضوع ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے	۱۱۳
۴۸	متروک	۱۱۴
۴۹	منکر	۱۱۵
۴۹	منکر اور شاذ کا فرق	۱۱۶
۴۹	حدیث معلل	۱۱۷
۴۹	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۱۱۸
۵۰	حدیث معلل کی معرفت	۱۱۹
۵۰	مخالفت ثقات	۱۲۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲۱	مخالفات کی اقسام	۵۱
۱۲۲	مدوح	۵۱
۱۲۳	افوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۵۱
۱۲۴	مدوح کی اقسام	۵۱
۱۲۵	مدوح الاستاذ	۵۱
۱۲۶	مدوح الممتن	۵۲
۱۲۷	مدوح کی معرفت	۵۲
۱۲۸	مقلوب	۵۲
۱۲۹	افوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۵۲
۱۳۰	مقلوب السند	۵۳
۱۳۱	مقلوب الممتن	۵۳
۱۳۲	قصہ الغراب	۵۴
۱۳۳	قصہ الامتحان	۵۴
۱۳۴	بقوع فی الخطاء	۵۴
۱۳۵	المزید فی متصل الاسانید	۵۵
۱۳۶	مضطرب	۵۶
۱۳۷	افوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۵۶
۱۳۸	مضطرب کی اقسام	۵۶
۱۳۹	مضطرب السند	۵۶
۱۴۰	مضطرب السند کی مثال	۵۶

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵۷	مضطرب المتن	۱۴۱
۵۷	مضطرب المتن کی مثال	۱۴۲
۵۸	مصحف و بحرف	۱۴۳
۵۸	انغوی تعریف - اصطلاحی تعریف	۱۴۴
۵۸	تصحیف فی السند	۱۴۵
۵۹	مثال	۱۴۶
۵۹	تصحیف فی المتن	۱۴۷
۵۹	تصحیف کی مثال	۱۴۸
۵۹	محرف کی مثال شاذ و محفوظ	۱۴۹
۵۹	تعریف، مثال	۱۵۰
۶۰	اختصار الحدیث	۱۵۱
۶۱	روایت بالمعنی، تعریف	۱۵۲
۶۲	غریب الحدیث	۱۵۳
۶۲	انغوی تعریف - اصطلاحی تعریف	۱۵۴
۶۲	جہالت الراوی	۱۵۵
۶۳	راوی کا قلیل الروایت ہونا	۱۵۶
۶۳	عدم تسمیہ	۱۵۷
۶۳	راوی کا غیر معروف صفت کے ساتھ ذکر کرنا	۱۵۸
۶۳	مبہم راوی کی حدیث	۱۵۹
۶۴	مجهول راوی کی حدیث	۱۶۰

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۶۴	مجہول العین	۱۶۱
۶۴	مجہول العین کی حدیث کا حکم	۱۶۲
۶۴۰	مجہول الحال	۱۶۳
۶۵	مجہول الحال کی حدیث کا حکم	۱۶۴
۶۵	بدعت	۱۶۵
۶۵	لغوی تعریف	۱۶۶
۶۶	بدعتی راوی کا حکم	۱۶۷
۶۷	بدعت مکفرہ	۱۶۸
۶۷	بدعت مفسدہ	۱۶۹
۶۷	بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث کا حکم	۱۷۰
۶۷	بدعت مفسدہ کے مرتکب کی حدیث کا حکم	۱۷۱
۶۸	سوء حفظ	۱۷۲
۶۸	سوء حفظ لازم	۱۷۳
۶۸	سوء حفظ طاری	۱۷۴
۶۹	مردی عنہ کے اعتبار سے خبر کی تقسیم	۱۷۵
۶۹	اسناد کی تعریف	۱۷۶
۶۹	اسناد کی اہمیت	۱۷۷
۶۹	حدیث قدسی	۱۷۸
۶۹	لغوی تعریف	۱۷۹
۷۰	اصطلاحی تعریف	۱۸۰

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۷۰	حدیث قدسی اور قرآن حکیم کے درمیان فرق	۱۸۱
۷۰	حدیث قدسی کی مثال	۱۸۲
۷۱	حدیث مرفوع	۱۸۳
۷۱	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۱۸۴
۷۲	مرفوع قوی صریح	۱۸۵
۷۲	مرفوع فعلی صریح	۱۸۶
۷۲	مرفوع تقریری صریح	۱۸۷
۷۳	مرفوع قوی حکمی	۱۸۸
۷۳	مرفوع فعلی حکمی	۱۸۹
۷۳	مرفوع تقریری حکمی	۱۹۰
۷۳	حدیث کی تدوین کی نوعیت کے اعتبار سے اقسام	۱۹۱
۷۵	جامع، صحیح، مسند، سنن، معجم، رسالہ، مفرغ، مستدرک، اربعین، اطراف امالی، مستخرج، موضوعات، نخل	۱۹۲
۷۵	موقوف	۱۹۳
۷۵	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۱۹۴
۷۵	حدیث موقوف قوی	۱۹۵
۷۶	حدیث موقوف فعلی	۱۹۶
۷۶	حدیث موقوف تقریری	۱۹۷
۷۶	حدیث مقطوع	۱۹۸
۷۶	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۱۹۹
۷۶	مقطوع کی اقسام	۲۰۰
۷۶	مسند	۲۰۱
۷۶	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۲۰۲
۷۶	حدیث متصل	۲۰۳
۷۷	اغوی تعریف۔ اصطلاحی تعریف	۲۰۴

اصطلاحات اصول حدیث

حدیث :

لغوی تعریف : حدیث کے لغوی معنی جدید کے ہیں یعنی قدیم کی ضد۔

اصطلاحی تعریف : اور اصطلاحی تعریف یہ ہے۔ ما اضيف الى النبي ﷺ من قول او فعل او تقرير او صفة.

(تدريب الراوى ، انكواكب الدرارى)

(ترجمہ) وہ جس کی نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کی جائے خواہ وہ قول ہو یا فعل ہو یا تقریر یا صفت۔

محدثین نے صحابہ و تابعین کے اقوال، افعال اور تقاریر پر بھی اس کا اطلاق کیا ہے۔
خبر : اس کے اصطلاحی معنی پر تین قول ہیں۔

(۱) یہ حدیث کے مترادف ہے۔

(۲) حدیث وہ ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو اور خبر آپ ﷺ کے غیر سے نسبت رکھتی ہے۔

(۳) حدیث خاص ہے حضور اکرم ﷺ سے اور خبر عام ہے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے غیر سے۔ (شرح - روضة النظر مع نخبة الفكر ص ۸)

اثر : یہ حدیث کے مترادف ہے یعنی اصطلاحی طور پر حدیث و اثر ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال کو اثر کہتے ہیں۔

سند : حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ روضة النظر میں اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔
الطريق الموصول الى المتن یعنی متن تک پہنچنے کے طریق کو سند کہتے ہیں اصول حدیث میں سند بہت ہی اہمیت کی حامل ہے اسکی اہمیت کا اندازہ عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کیجیے وہ کہتے ہیں الاسناد من الدين ولو لا الاسناد لقال من شاء و ما شاء۔ (معرفۃ علوم الحدیث و مقدمة المسلم باب بیان الاسناد من الدين

متن: اس کے لغوی معنی بلند ذہن، دور کرنا اور غالب ہونا ہے اور اصطلاحی معنی حافظ ابن حجر یوں بیان کرتے ہیں۔ غایۃ ما ینتھی الیہ الاسناد من الکلام۔ (ترجمہ) وہ غایت جہاں پر کلام کی اسناد ختم ہو جائیں۔

اور علامہ طیبی علیہ الرحمۃ کے الفاظ یہ ہیں **فمتن الحدیث الفاظ الیٰ تتقوم بہا المعانی**

(ترجمہ) حدیث کا متن وہ الفاظ ہیں جس کے ساتھ معانی متقوم ہوتے ہیں۔

مسلم شریف کی حدیث ہے۔ حدثنا محمد بن المثنیٰ وابن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ قال سمعت قتادۃ يحدث عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من ولده ووالده والناس اجمعین۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۴۹)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اسکے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث شریف میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ تک سند ہے اور باقی آگے کا حصہ اس کا متن ہے۔

محدث: محدث کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ هو من یشتغل بعلم الحدیث رواۃ ودرایۃ و یطلع علی کثیر من الروایات و احوال رواۃہا۔

(ترجمہ) محدث وہ ہوتا ہے جو روایت و درایت کے اعتبار سے علم حدیث میں مشغول ہو اور کثیر روایات اور ان کے راویوں کے احوال پر مطلع ہو۔

حافظ حدیث: متاخرین علماء ایک لاکھ حدیثیں یاد کرنے والے کو حافظ کہتے ہیں۔

(شرح نخبۃ الفکر لملا علی قاری ص ۱۲۱ و حاشیہ عبداللہ نو نکی ص ۱)

حجۃ: حجۃ کی تعریف یوں کی گئی وہ محدث جسے تین لاکھ احادیث مع اسناد یاد ہوں وہ حجۃ ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر لملا علی قاری ص ۱۲۱ و حاشیہ عبداللہ نو نکی ص ۱)

علم حدیث اور اس کی تعریف: حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ کا قول ہے لفظ

حدیث لغوی اعتبار سے جدید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

المیراد بالحديث في الشرع ما اضيف الى النبي ﷺ كانه اريد به مقابلة القرآن لانه قديم . (مقدمه عمدة القاری ج ۱ ص ۸، تدرب الراوی ص ۱۵)

(ترجمہ) شرع میں حدیث سے مراد وہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو گویا اس سے مراد قرآن کے مقابل ہے کیونکہ وہ قدیم ہے۔

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن موسیٰ عینی علیہ الرحمۃ علم حدیث کی تعریف یوں کرتے ہیں
هو علم يعرف به اقوال رسول الله ﷺ و افعاله و احواله

(عمدة القاری ج ۱ ص ۷)

(ترجمہ) (علم حدیث) وہ علم ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال و احوال جانے جاتے ہیں۔

علم اصول حدیث : هو علم يعرف به حال الراوی والمروری من حیث القبول والرد۔ (شرح نخبة الفكر لملا علی قاری ص ۱۵۵)

(ترجمہ) (علم اصول حدیث) وہ علم ہے جس میں راوی اور مروی کے احوال من حیث القبول والرد جانے جاتے ہیں۔

تدرب میں یوں بیان کیا گیا۔ علم بقوانین يعرف بها احوال السند والمتن۔
(تدرب الراوی ص ۱۴)

(ترجمہ) ایسے قواعد و اصول کا جاننا جسکے ذریعے سند و متن کے احوال جانے جائیں۔

علم اصول حدیث کا موضوع : تدرب میں علامہ کرمانی علیہ الرحمۃ کا قول شرح بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ هو اعلم ان الحديث موضوعه ذات رسول الله ﷺ من حيث انه رسول الله ﷺ . (تدرب الراوی ص ۱۴)

(ترجمہ) جاننا چاہیے کہ علم الحدیث کا موضوع رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے اس حیثیت سے کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

علامہ کافہی اس قول پر کہ علم حدیث کا موضوع ذات رسول ﷺ ہے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ طب کا موضوع ہے حدیث کا نہیں۔ (تدرب الراوی ص ۱۴)

اس علم کا موضوع راوی اور روایت کا قبول و رد ہے

علم اصول حدیث کی غرض و غایت: اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ صحیح و حسن تقسیم و شاذ و غیرہ میں تمیز ہو سکے۔

خبر متواتر: اصطلاحات کی بحث میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ خبر اور حدیث بالعموم مترادف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اس لئے اصول حدیث بیان کرتے ہوئے خبر کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

لغوی تعریف: متواتر تواتر سے مشتق ہے اور اسم فاعل کا صیغہ ہے عرب کہتے ہیں تواتر المطر (بارش متواتر ہوئی) یعنی بارش کا نزول لگاتار اور مسلسل ہوا۔

اصطلاحی تعریف: جسے ایک ایسی بڑی جماعت روایت کرے کہ عاداتاً کثیر تعداد کا جھوٹ پر متفق و جمع ہونا محال ہو۔

خبر متواتر کی شرائط: حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں خبر متواتر کی شرائط یوں بیان کرتے ہیں۔

(۱) اس کی اسناد کثیر ہوں۔

(۲) راویوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ عاداتاً ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔

(۳) یہ کثرت سند کے تمام طبقوں میں موجود ہو۔

(۴) خبر کا تعلق حس سے ہو عقل سے نہ ہو۔

(۵) مفید علم یقینی ہو۔ (نخبۃ الفکر مع شرح نزہۃ النظر ص ۱۱، ۱۲)

کثرت رواۃ: خبر کو کثیر تعداد روایت کرے۔ کم از کم کتنے افراد ہوں کہ کثرت کہا جائے؟ اس میں کئی اقوال ہیں مثلاً (۱) بعض علماء نے آیت قرآنی۔

لَوْ لَا جَاءَ وَاعْلِيْهِ بِارْبَعَةِ شَهِدَاءَ (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۱۳)

(ترجمہ) اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے

سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ کم از کم چار راویوں کی روایت کو متواتر کہتے ہیں۔

(۲) بعض علماء نے شہادت لعان پر قیاس کرتے ہوئے پانچ کی تعداد بیان کی۔

(۳) بعض نے کہا کم از کم دس ہوں کہ کثرت کا اطلاق دس پر ہوتا ہے۔

(۴) بعض نے وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا (پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۱۲)

(ترجمہ) اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کئے۔ سے استدلال کرتے ہوئے بارہ کی تعداد مقرر کی۔

(۵) بعض نے کہا کم از کم بیس ہوں۔

إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مَا لَكُنَّ.

(پارہ ۱۰ سورة الانفال آیت ۶۵)

(ترجمہ) اگر تم میں کے بیس صبر والے ہوں گے دو سو پر غالب ہوں گے

اس آیت سے استدلال کرتے ہو کہا کہ مسلمانوں کے غلبے کی تعداد بیس بیان کی گئی ہے۔

(۶) کم از کم چالیس ہوں قرآن کی مندرجہ ذیل آیت سے استنباط کرتے ہوئے کہ آیت میں

جن مؤمنین کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی تعداد چالیس تھی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ .

(پارہ ۱۰ سورة الانفال آیت ۶۴)

(ترجمہ) اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان

تمہارے پیرو ہوئے۔

(۷) بعض نے کہا کہ راویوں کی تعداد ستر (۷۰) ہونی چاہیے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ستر

(۷۰) آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔

وَ اخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا .

(پارہ ۹ سورة الاعراف آیت ۱۵۵)

(ترجمہ) اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے لئے چنے۔

(۸) بعض لوگوں نے اہل بدر کی تعداد پر قیاس کرتے ہوئے تین سو تیرہ (۳۱۳) کا عدد

تجویز کیا ہے۔ (شرح نخبة الفكر لملا علی قاری ص ۱۶۴، ۱۶۵)

مذکورہ دلائل اگرچہ قرآن سے ماخوذ و مستنبط ہیں پھر بھی خبر متواتر کے لئے ان کو حتمی

دلیل بنانا صحیح نہیں کیونکہ یہ قرآنی آیات کسی خاص واقعہ سے متعلق ہیں بلکہ جو تعداد بھی مفید

علم یقینی ہو وہ کافی ہے۔

حافظ ابن حجر ”نزهة النظر“ میں فرماتے ہی لا معنی لتعين العدد على الصحيح

(ترجمہ) درست رائے کے مطابق تعداد کا تعین بے معنی ہے۔

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۱۰)

خبر کا تعلق امر محسوس سے ہو : راوی نے جس خبر کو بیان کر دیا ہو وہ حواس ظاہرہ سے متعلق ہو مثلاً یہ کہ راوی کہے میں نے دیکھا میں نے سنا جیسے راوی کہے۔

رأیت رسول اللہ فعل کذا او سمعت رسول اللہ ﷺ قال کذا وہ خبر جس کا تعلق عقل سے ہو متواتر نہیں بن سکتی کیونکہ جس خبر کا تعلق عقل سے ہو اور اس کے بارے میں سمجھنے کی ضرورت ہو تو ہم یہ بات جانتے ہیں کہ مختلف لوگوں میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں جبکہ دیکھنے اور سننے میں ایسا کم ہوتا ہے۔

متواتر کا حکم : خبر متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے علم یقینی وہ علم ہوتا ہے کہ جس کی پختہ و جازم تصدیق کرنے پر انسان مجبور اور لاچار ہوتا ہے جیسے وہ خود معالے کا مشاہدہ کر رہا ہو۔

کثرت ہر طبقہ میں : خبر متواتر کے لئے ضروری ہے کہ اس کو کثیر تعداد روایت کرے اور یہ کثرت ہر طبقہ میں ہو یعنی ہر طبقہ میں راویوں کی اتنی تعداد ہو کہ جس کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔

خبر متواتر کی اقسام : (۱) متواتر لفظی (۲) متواتر معنوی

(۱) **متواتر لفظی :** متواتر لفظی وہ خبر ہے جسے رواۃ کی پوری جماعت یکساں الفاظ میں پیش کرے۔

مثال : من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار۔

(بخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۱، الموضوعات الکبری للفقاری ص ۱۲، تا ۲۸، مستدرک الحاکم ج ۱ ص ۷۷، ج ۳ ص ۶۲، ۴۰۱، مشکوٰۃ ص ۳۵)

(ترجمہ) جس نے عہد امیری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(۲) **متواتر معنوی :** متواتر معنوی وہ ہے جس کے معنی تواتر سے ثابت ہوں مگر لفظی مطابقت نہ پائی جاتی ہو۔ مثال : جیسے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی حدیث وغیرہ۔

خبر احاد :

لغوی تعریف : احاد، احد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ایک۔ خبر متواتر کے سوا باقی تمام

روایات کو اخبار احاد کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف : حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں۔ هو ما لم یجمع شروط المتواتر۔

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفکر ص ۲۱)

(ترجمہ) جس میں متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں (وہ خبر واحد ہے)

خبر احاد کی قسمیں : خبر احاد کی سندوں کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔

(۱) خبر مشہور یا مستفیض (۲) خبر عزیز (۳) خبر غریب

خبر مشہور:

لغوی تعریف : مشہور اسم مفعول کا صیغہ ہے شہر ث الامر سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں میں نے اس کا اعلان کیا۔ حدیث کی اس قسم کو مشہور اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عام اور ظاہر ہوتی ہے۔

اصطلاحی تعریف : علامہ ابن حجر عسقلانی ”نزہۃ النظر“ میں اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

ما رواہ فی کل طبقة ثلاثة او اکثر و لم یبلغ حد التواتر

(ترجمہ) حدیث مشہور وہ ہے جس کو ہر طبقہ میں تین یا تین سے زیادہ روایت کریں مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچے۔

مستفیض:

لغوی تعریف : مستفیض استفاض سے اسم فاعل ہے۔ فاض الماء کے معنی ہیں پانی بہنا۔ لہذا جو کثرت سے بیان کی جائے وہ مستفیض کہلاتی ہے۔

اصطلاحی تعریف : اس کی تعریف میں تین مختلف اقوال ہیں۔

(۱) مشہور اور مستفیض ایک ہی قسم کا نام ہے۔

(۲) مستفیض وہ ہے جس میں رواۃ کا سلسلہ ابتدا سے انتہا تک یکساں ہو بخلاف مشہور کے کہ اس میں ایسا نہیں۔

(۳) مشہور وہ ہے جس کی سند کی دونوں اطراف برابر ہوں (یعنی دوسرے قول کے برعکس)

خبر عزیز:

لغوی تعریف عزیز صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور یہ غَزَّ يَغْزُ سے مشتق ہے۔ قلیل اور نادر کے معنی میں یا یہ غَزَّ يَغْزُ یعنی مضارع مفتوح العين سے مشتق ہے جس کے معنی قوی ہوتا ہے۔

اصطلاحی تعریف : وہ حدیث جس کی سند کے تمام طبقوں میں سے کسی طبقے میں بھی دو سے کم راوی نہ ہوں۔ لیکن اگر سند کے بعض طبقوں میں تین یا زائد راوی پائے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اعتبار ہمیشہ سند کے طبقوں میں سے کم راویوں کا ہوتا ہے۔

مثال : اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

”ان رسول اللہ ﷺ قال : لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین . (بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان ج ۱ ص ۷)

(ترجمہ) رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے لئے اس کے والد، بیٹے اور تمام انسانوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

غریب :

لغوی تعریف : غریب صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی منفرد، اکیلا، گھرواقارب سے دور ہونے کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف : اصطلاحاً غریب وہ ہے جس کی روایت میں کسی مقام پر راوی منفرد ہو گیا ہو حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

هو ما یفرد بروایة شخص واحد.

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفکر ص ۲۱)

(ترجمہ) وہ حدیث جو ایک شخص کی روایت کیسا تھ منفرد ہو۔

غریب کی اقسام : غرابت کی جگہ کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔

(۱) غریب مطلق (۲) غریب نسبی

غریب کا دوسرا نام فرد : بہت سے علماء نے غریب پر ایک اور نام ”فرد“ کا اطلاق کیا ہے مگر محدثین عام طور پر فرد کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر کبھی اس کے خلاف بھی

کرتے ہیں۔

غریب مطلق : اگر تفرّد اصل سند میں ہو یعنی صحابی سے روایت کرنے والا ایک ہو تو اسے فرد مطلق کہتے ہیں یعنی طبقہ تابعین میں غرابت ہو اور صرف ایک ہی تابعی اس حدیث کو روایت کرتے ہوں جیسے حدیث شریف۔ **الولاء لحمۃ کل حمۃ النسب لا یباع ولا یوہب ولا یورث**۔

(ترجمہ) ولّاء ایک قرابت ہے نسب قرابت کی طرح وہ نہ بیچی جاسکتی ہے نہ تحفہ دی جاسکتی ہے نہ ہی میراث میں دی جاسکتی ہے۔

اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صرف عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ مشہور تابعی روایت کرتے ہیں پس یہ حدیث ”فرد مطلق“ ہے۔

فرد نسبی : اگر تفرّد سند کے درمیان ہو یعنی وہ حدیث جس کی سند کے شروع میں تو غرابت نہ ہو البتہ وسط سند یا آخر سند میں غرابت ہو تو اسے فرد نسبی کہتے ہیں۔

قوت و ضعف کے اعتبار سے خبر احاد کی تقسیم

نزهة النظر ”شرح نخبۃ الفکر میں خبر احاد کی قوت و ضعف کے اعتبار سے دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) مقبول (۲) مردود

(۱) **مقبول :** وہ خبر ہے جس کی خبر دینے والے کا صدق رائج و غالب ہو یا جس کے راویوں کا صدق ان کے کذب پر رائج و غالب قرار دیا گیا ہو۔

(۲) **مردود :** وہ خبر جس کے خبر دینے والے کے صدق کو غالب و رائج نہ کہا گیا ہو یعنی وہ خبر جو علم یقینی کا فائدہ نہ دے۔ (نخبۃ الفکر مع شرح نزهة النظر ص ۲۱، ۲۲، ۲۳)

خبر مقبول کی قسمیں : حافظ ابن حجر عسقلانی نے خبر مقبول کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغيرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغيرہ

(۱) **صحیح لذاتہ :** حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تعریف ان الفاظ میں لکھی ہے۔

و خبر الاحاد بنقل عدل تام الضبط ، متصل السند غیر معلل ولا شاذ هو الصحیح لذاتہ۔

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۰، ۳۱)

(ترجمہ) اور خبر واحد جب عادل اور کامل الضبط راویوں سے مروی ہو اس کی سند متصل ہو اور معلل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو تو وہ صحیح لذاتہ ہوگی۔

محدثین نے اُن تمام صفات کی وضاحت کی ہے جو صحیح حدیث کے لئے ضروری ہیں وہ صفات مندرجہ ذیل ہیں۔

عدالت: حافظ ابن حجر نے جو تعریف بیان کی ہے اس کی پہلی شرط راویوں کا عادل ہونا ہے انہوں نے عدل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا۔ والمراد بالعدل: من له ملكة تحمله على ملازمة التقوى والمروءة.

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) عدالت سے مراد وہ قوت راسخہ ہے جو انسان کو تقویٰ اور مروت کے التزام پر آمادہ کرتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ اور مروءہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ والمراد بالتقوى اجتناب الاعمال السيئة من الشرك او الفسق والبدعة. والمراد بالمروءة التنزه عن بعض الخسائس والنقائص التي هي خلاف مقتضى الهمة والمروءة مثل بعض المباحات الدنية كالاكل والشرب في السوق والبول في الطريق و امثال ذلك.

(مقدمة الشيخ المحقق عليه الرحمة مع مشكوة ص ۵)

(ترجمہ) اور تقویٰ سے مراد شرک، فسق اور بدعات جیسے برے اعمال سے بچنا ہے۔

اور مروت سے مراد ان بعض خسیس اور چھوٹی باتوں سے بچنا ہے جو مباح تو ہیں مگر ہمت اور مروت (مردانگی) کے خلاف ہیں۔ مثلاً بعض خس مباحات جیسے بازار میں کھانا پینا اور رستے میں پیشاب کرنا اور اس کی مثل دوسری اشیاء۔

ضبط: دوسری شرط راوی کا کامل الضبط ہونا۔

ضبط کے لغوی معنی: مکمل محفوظ کرنے کی صلاحیت۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس میں ”تام“ کی شرط لگائی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ضبط اعلیٰ درجہ کا ہے۔

ضبط کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضبط صدر (۲) ضبط کتاب

(۱) **ضبط صدر:** اتنی اچھی طرح یاد کر لینا کہ بغیر کسی جھجک کے بیان کر سکے اور اسے بیان کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ ضبط صدر کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ وہو ان یثبت ما سمعه بحیث یتمکن من استحضارہ متی شاء

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) ضبط قلبی سے مراد یہ ہے کہ راوی نے جو کچھ سنا ہے اس قدر راسخ ہو جائے کہ وہ جب چاہے اسے ادا کر دے۔

(۲) **ضبط کتاب:** اتنی اچھی طرح لکھ رکھنا اور لکھے ہوئے کی تصحیح کر لینا کہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ ضبط کتاب کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں۔ وہو صیانتہ لیدیہ منذ سمع فیہ و صححہ الی ان یودی منہ۔ (شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) ضبط کتاب سے مراد راوی کا سننا اور درست کرنے کے بعد اپنے پاس محفوظ رکھنا یہاں تک کہ دوسرے راوی تک پہنچا دے۔

اتصال سند: حافظ ابن حجر "نزہة النظر" میں اتصال سند کے بارے میں لکھتے ہیں۔ والمتصل ما سلم اسنادہ من سقوط فیہ بحیث یکون کل من رجالہ ذلک المروی من شیخہ۔ (شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) اتصال سند سے مراد وہ سلسلہ رواۃ ہے جس میں کوئی راوی ساقط نہ ہو اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے سنا ہو۔

غیر معلل: یعنی اس حدیث میں کوئی علت خفیہ قاذحہ نہ ہو جس کی وجہ سے حدیث کی صحت پر برا اثر پڑے جیسے مرسل کو متصل بیان کر دینا۔

حافظ ابن حجر اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

لغوی تعریف: والمعلل لغة ما فیہ علة۔

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) معلل کے لغوی معنی اس چیز کے ہیں جس میں بیماری ہو۔

اصطلاحی تعریف: واصطلاحاً ما فیہ علة خفیة قاذحة۔

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) اور اصطلاحاً معلل وہ ہے جس میں کوئی علت خفیہ قածہ ہو۔
حدیث معلل اور علل قածہ کے بارے میں تفصیلاً آگے بیان کیا جائے گا ان شاء اللہ
عزوجل۔

شاذ: حافظ ابن حجر نے شاذ کی تعریف یوں بیان کی ہے۔ والشاذ: لغة الفرد و
اصطلاحاً ما يخالف فيه الراوی من هو ارجح منه۔

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۳)

(ترجمہ) اور شاذ کے لغوی معنی تنہا کے ہیں اور اصطلاح میں شاذ سے مراد راوی کا اپنے سے
زیادہ ثقہ اور ارجح راوی کی مخالفت کرنا۔

اصح الاسانید: صحیح لذاتہ میں تفاوت اور اوصاف کے لحاظ سے رتبے ہیں چنانچہ وہ
روایت جو عدالت، ضبط اور دیگر صفات راجحہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہوگی وہ اصح شمار ہوگی بہ
نسبت اس حدیث کے جو ان اوصاف کے لحاظ سے کم رتبہ کی ہے۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ
عنه نے ”نزہة النظر“ میں اصح الاسانید میں سے تین کا ذکر کیا ہے۔

(۱) الزہری عن سالم بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ

(۲) محمد بن سیرین عن عبیدہ بن عمرو عن علی

(۳) ابراہیم النخعی عن علقمة عن ابن مسعود

اس سے کم رتبے کی اسناد میں ابن حجر مندرجہ ذیل سندوں کو پیش کرتے ہیں

(۱) بزیذ بن عبد اللہ ابن ابی بردہ عن جدہ عن ابیہ ابی موسیٰ

(۲) حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس

مزید اس سے بھی کم درجہ کی اسناد یہ ہیں

(۱) سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہ

(۲) علاء بن عبد الرحمن عن ابیہ عن ابی ہریرہ

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۴)

یہ تمام اسناد صحیح لذاتہ کی تمام صفات یعنی عدالت و ضبط وغیرہ رکھتی ہیں مگر ان میں سے ہر ایک
ایسی ترجیحی اوصاف کی حامل ہے جو مقدم الذکر کو مؤخر الذکر سے اصح قرار دینے کی وجہ بنتی
ہے۔ چنانچہ اول درجہ کی روایات دوسرے پر اور دوسرے کی تیسرے پر مقدم سمجھی جائیں گی۔

مسند احمد بن حنبل کتاب: صحاح احادیث: نقل سب سے پہلی کتاب بخاری بخاری بخاری
کئی ہے پھر بخاری بخاری بخاری بخاری بخاری بخاری بخاری بخاری بخاری بخاری بخاری
میں بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم بن "نقل البخاری" نے امام بخاری سے نقل کیا ہے۔

لہذا: کننا عند اسحاق بن زعفران قال: لو جمعتم کتابا معصرا للصحيح
مسند البخاری قال: فوقع ذلك في البخاری، فاعلمت في جميع الجامع
الصحيح، (تاریخ الراوی فی شرح تقریب الراوی ص ۱۹)

(ترجمہ) ہم اٹھ بن راہویہ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا "کاش تم نبی (ﷺ) کی صحیح
سنت پر ایک مختصر کتاب مرتب کرتے" امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل
میں یہ بات بیٹھ گئی اور میں نے الجامع الصحيح کو مرتب کرنے کا کام شروع کیا۔

ان ہی سے یہ بات مروی ہے کہ امام بخاری نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو
دیکھا کہ میں ان کے سامنے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے اور میں ان سے کہیاں ہٹا
رہا ہوں میں نے کسی تعبیر بتانے والے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے
جھوٹ کو ہٹاؤ گے یہ واقعہ ہے جس نے الجامع الصحيح کی ترتیب پر آمادہ کیا امام بخاری
رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سے زیادہ برسوں میں اسے تالیف کیا۔

(تقریب الراوی فی شرح تقریب الراوی ص ۱۹)

کیا بخاری و مسلم نے تمام صحیح احادیث کا اعطاء و استیعاب کیا ہے؟

امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما نے اپنی کتابوں میں صحیح احادیث لانے کی کوشش کی
ہے۔ لیکن نہ اس بات کا دعویٰ شیخین نے کیا کہ تمام صحیح حدیثیں ہماری کتاب میں موجود ہیں
اور نہ ہی کوئی اور اس بات کا دعویٰ کرتا ہے خود امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
اپنی کتاب الجامع میں صرف صحیح احادیث جمع کی ہیں اور طوالت کی وجہ سے میں نے بہت
سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں مزید فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث
یاد اور محفوظ کی ہیں جب کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بخاری شریف میں سات ہزار و دو سو
پچھتر (۷۲۷۵) احادیث نقل کیں ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۵۱، ۵۲)

تو پتہ چلا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کئی صحیح احادیث بیان نہ کیں لہذا آج جو لوگ علم کی کمی
کی وجہ سے صرف بخاری سے حدیث لانے کا مطالبہ کرتے ہیں ان کے اس دعویٰ کو خود امام

بخاری رضی اللہ عنہ قبول نہیں کرتے۔

امام مسلم بھی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی صحیحین میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔

حافظ ابن صلاح علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔ حافظ ابو عبد اللہ بن افرم نے کہا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اور امام مسلم سے جو احادیث رو گئی ان کی تعداد بہت کم ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں یہ متروکہ احادیث کم نہیں ہیں کیونکہ امام حاکم ابو عبد اللہ غیشا پوری کی مستدرک علی الصحیحین بہت بڑی (مخفیہ) کتاب ہے اس میں ان احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد ہے جو امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما کی شرطوں کے موافق ہونے کے باوجود ان کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ حافظ ابن صلاح کی رائے سے بھی ہم کو پتہ چلا کہ صحیح احادیث دیگر کتب میں بھی موجود ہیں اس لئے صرف بخاری یا بخاری و مسلم سے دلیل مانگنا کم علمی کی دلیل ہے آئیے اس بارے میں ابن کثیر رضی اللہ عنہ کا موقف پڑھیں۔

صحیح کی تخریج میں یہ کثرت کتابیں ہیں جن میں جید اسانید کے ساتھ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابو عوانہ، صحیح ابوبکر اسماعیلی اور برقانی اور ابو نعیم اصبہانی کی اور دوسری کتابیں جن میں صحت کا التزام کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اسی طرح مسند امام احمد میں بکثرت ایسی احادیث ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور نہ ہی ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہیں۔ اسی طرح طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر میں اور مسند ابویعلیٰ اور مسند بزاز میں اور دیگر مسانید معاجم، فوائد اور اجزاء میں بکثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے رجال کی تحقیق کے بعد ان پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے خواہ اس سے پہلے کسی حافظ نے ان کی صحت کی تصریح نہ کی ہو جیسا کہ علامہ نووی کی تحقیق ہے اور حافظ ابن صلاح کا اس میں اختلاف ہے۔

بخاری و مسلم کا موازنہ : صحیحین کی مقبولیت ایک متفق علیہ مسئلہ ہے لیکن ان دونوں کتابوں کے مرتبہ پر کچھ اختلاف بھی موجود ہے۔ بعض مشائخ صحیح مسلم کو اولین درجہ دیتے ہیں ابوعلی النیشاپوری کا قول نزہۃ النظر میں منقول ہے۔

ما تحت اديم السماء اصح من كتاب مسلم . (شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۳۵، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۴۹)

(ترجمہ) آسمانوں کے نیچے صحیح مسلم سے زیادہ کوئی صحیح کتاب نہیں۔

حافظ ابن حجر "نزهة النظر" اس قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ فلم يصرح بكونه اصح من صحيح البخاري لان انما نفى وجود كتاب اصح من كتاب مسلم اذا المنفى انما هو ما تقتضيه صيغة الفعل من زيادة صحة في كتاب شارك كتاب مسلم في الصحة يمتاز بترك الزيادة عليه ولم ينف المساواة. (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۶)

(ترجمہ) انہوں نے اس بات کی تصریح نہیں کی کہ مسلم کی کتاب صحیح البخاری سے اصح ہے اس لئے کہ انہوں نے ایسی کتاب کے موجود ہونے کی نفی کی ہے جو مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح ہو صیغہ الفعل التفضيل کا تقاضہ کرتا ہے جو زائد مفہوم اس سے مستفاد ہوتا ہے اس کی نفی ہو جائے اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحیح مسلم سے زیادہ صحیح نہیں باقی نفی صحت میں اگر کوئی کتاب اس کے مساوی ہو تو یہ عبارت اس کے منافی نہیں ہوگی۔

بعض علماء مغرب کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن عسقلانی حجر فرماتے ہیں۔ وكذا لك ما نقل عن بعض المغاربة انه فضل صحيح مسلم على صحيح البخاري فذلك فيما يرجع الى حسن السياق وجودة الوضع والترتيب ولم يفصح احد منهم بان ذلك راجع الى الاصححة.

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۶)

(ترجمہ) اس طرح بعض علماء مغرب سے منقول ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے لیکن فضیلت ان امور کی بنا پر ہے جن کا تعلق سیاق اور وضع و ترتیب کی عمدگی سے ہے کسی نے بھی وضاحت سے یہ نہیں کہا کہ یہ فضیلت اصح ہونے کی وجہ سے ہے۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحت کے لحاظ سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی کتاب امام مسلم کی کتاب سے افضل ہے کیونکہ جن صفات و شرائط پر صحت کا مدار ہے وہ صحیح مسلم کے بجائے صحیح بخاری میں زیادہ قوی اور اتم ہیں۔

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۶)

اسی لئے صحیح بخاری کے لئے یہ مقولہ زبان زد عام ہے۔

اصح الكتب بعد كتاب الله الباري الجامع الصحيح للبخاري

(ترجمہ) کتاب اللہ عزوجل کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری کی الجامع السخ ہے۔

صفات کے لحاظ سے بخاری و مسلم شریف کا موازنہ

اتصال سند: اتصال سند کے اعتبار سے بخاری کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک راوی کا مروی عنہ سے کم از کم ایک مرتبہ ملنا ضروری ہے بخلاف امام مسلم کہ ان کے نزدیک معاشرت کافی ہے۔

عدالت و ضبط رواة: عدالت و ضبط رواة کے لحاظ سے بھی صحیح بخاری کے رواة کو صحیح مسلم کے رواة پر فضیلت حاصل ہے امام بخاری رضی اللہ عنہ کے ہاں ایسے رجال کی تعداد مقابلہ کم ہے جن پر جرح و طعن کی گنجائش ہے بخاری کے منفرد رجال کی تعداد چار سو پینتیس (۴۳۵) ہے اور جن کے ضعف کے بارے میں کلام کیا گیا ہے ان کی تعداد اسی (۸۰) ہے۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۵۲)

اس کے برعکس مسلم کے منفرد رجال کی تعداد چھ سو بیس (۶۲۰) ہے اور جن رجال کے ضعف کے بارے میں کلام کیا گیا ہے ان کی تعداد ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہے اور اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں سے حدیث کی تخریج کرنا جن پر کلام نہیں کیا گیا ہے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت ان کے جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۵۲)

عدم شذوذ و عدم تعلل: عدم شذوذ و عدم تعلل کی بنیاد پر بھی بخاری کو مسلم پر فضیلت حاصل ہے امام بخاری کی احادیث پر امام مسلم کی احادیث کے مقابلے میں نسبتاً کم تنقید کی گئی ہے۔ صحیحین کی دوسو (۲۱۰) احادیث پر تنقید کی گئی ہے جن میں اٹھتر (۷۸) صرف بخاری میں ہیں اور (۱۰۰) سو مسلم میں ہیں جبکہ باقی دونوں میں مشترک ہیں

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۵۲)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ هذا مع اتفاق العلماء على ان البخاري كان اجل من مسلم في العلوم و اعرف منه بصناعة الحديث و ان مسلما تلميذه و خريجه و لم يزل يستفيد منه و يتبع آثاره حتى قال الدارقطني "لو لا البخاري لما راح مسلم و لا جاء"

(شرح نزہة النظر مع نخبۃ الفکر ص ۳۸)

(ترجمہ) اس کے ساتھ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ علوم میں بخاری کا درجہ مسلم سے زیادہ تھا اور بخاری فن حدیث میں مسلم سے زیادہ عارف تھے اور یہ کہ مسلم تو ان کے شاگرد اور تخریج کرنے والے تھے وہ ہمیشہ ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے آثار کی پیروی کرتے رہے حتیٰ کہ امام دارقطنی نے کہا ”اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم اس مقام پر نہ ہوتے“
حدیث حسن لذاتہ:

لغوی تعریف: حَسَن صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی جمال اور خوبصورتی کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: حدیث حسن کی تعریف میں اختلاف ہے ہم یہاں بھی حافظ ابن حجر کی تعریف جو کہ مختار ہے نقل کرتے ہیں۔ فان خف الضبط مع بقية الشروط المتقدمة في حد الصحيح فهو الحسن لذاته لا لشي خارج.

(شرح نزہة النظر مع نخبۃ الفکر ص ۴۰، ۴۱)

(ترجمہ) اگر ضبط ناقص ہو لیکن صحیح کی تعریف میں بیان کردہ جملہ شرائط موجود ہوں تو وہ حسن لذاتہ ہو۔

صحیح لغیرہ:

حدیث صحیح لغیرہ میں صحیح کی اعلیٰ صفات نہیں ہوتیں جبکہ ان کی کمی دیگر اسناد سے پوری ہو جاتی ہے تو اس تقویت کی وجہ سے صحیح لغیرہ کہلاتی ہے حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ان وجد ما يجبر ذلك القصور ككثرة الطرق فهو الصحيح لكن لا لذاته و حيث لا جبر ان فهو الحسن لذاته.

(شرح نزہة النظر مع نخبۃ الفکر ص ۳۱)

(ترجمہ) اگر ان صفات کی کمی کثرت طرق سے پوری ہو گئی تو وہ صحیح لغیرہ ہوگی اور اگر کمی پوری نہ ہو تو وہ حسن لذاتہ ہوگی۔

حدیث حسن لغیرہ:

حدیث حسن لغیرہ دراصل حدیث ضعیف ہے جب وہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو حافظ ابن حجر اس کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ وهو الذي يكون حسنه بسبب

الا اعتضاد نحو حديث المستور اذا تعددت طرقه .

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۴۱)

(ترجمہ) حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن تقویت کی وجہ سے ہو مثلاً مستور الحال کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں۔

ایک جگہ مزید لکھتے ہیں۔ وان قامت قرینة ترجح جانب قبول ما يتوقف فيه فهو الحسن ايضا لكن لا لذاته. (شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۱)
(ترجمہ) اور اگر متوقف فیہ حدیث کی قبولیت پر کوئی قرینہ قائم ہو جائے تو وہ حدیث بھی حسن ہوگی لیکن لذاتہ نہیں (بلکہ لغیرہ ہوگی)

حجیت حدیث حسن : حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ شرح نخبة الفكر میں حسن لذاتہ کی تعریف کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ وهذا القسم من الحسن مشارک للصحيح في الاحتجاج به وان كان دونه و مشابه له في انقسامه الى مراتب بعضها فوق بعض. (شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۴۱)

(ترجمہ) اور حسن کی یہ قسم حجت ہونے کے لحاظ سے صحیح سے اشتراک رکھتی ہے گورتبہ میں اس سے کم ہے اور مراتب کی کمی بیشی میں منقسم ہونے کے اعتبار سے اس کے مشابہ ہے۔

امام نووی رضی اللہ عنہ "التقريب" میں حدیث حسن کی حجیت پر لکھتے ہیں۔ ثم الحسن كما لصحيح في الاحتجاج به وان كان دونه بالقوة و لهذا أدرجته طائفة في نوع الصحيح. (التقريب النواوي مع شرحه لتدريب الراوي ص ۹۸، ۹۹)

(ترجمہ) پھر حدیث حسن حجت ہونے کے اعتبار سے صحیح کی مانند ہے گو اس سے کم درجہ قوی ہے اس لئے کچھ لوگوں نے اسے صحیح کی قسم میں شامل کیا ہے۔

خبر مقبول کی تقسیم:

احادیث میں باہمی تعارض کے اعتبار سے حدیث مقبول کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) محکم (۲) مختلف (۳) ناسخ (۴) منسوخ (۵) متوقف فیہ

محکم الحدیث:

لفوی تعریف : یہ أَحْکَمَ باب افعال سے مفعول کا صیغہ ہے جو اتَّقَنَ کے معنی میں ہے جس کا معنی ہے پختہ کرنا محکم یعنی پختہ کیا ہوا۔

اصطلاحی تعریف : حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ان مسلم من المعارضة ای لم یأت خبر یضاده فهو المحکم : (شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۵۵) (ترجمہ) اگر سلامت رہے معارضہ سے یعنی اس کی مخالف خبر نہ آئے تو وہ محکم ہے۔

مختلف الحدیث : یہ وہ مقبول متعارض حدیثیں ہیں جس میں ظاہری طور پر تعارض ہو لیکن علماء تعارض دور کر دیں تو وہ مختلف الحدیث کہلاتی ہے حافظ ابن حجر اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ فان امکن الجمع فهو النوع المسمى بمختلف الحدیث۔

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۵۵، ۵۶)

(ترجمہ) اگر جمع ممکن ہو تو اس نوع کو مختلف الحدیث کہا جائے گا۔

اس کی مثال بخاری کی یہ حدیث مبارکہ ہے۔ اخبرنا ابو حصین عن ابی صالح عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ قال لا عدوی ولا طيرة . (بخاری کتاب الطب باب الطیر ج ۲ ص ۸۵۶، مسلم کتاب السلام باب الطيرة والقال وما یكون فیہ الشوم ج ۲ ص ۲۳۱)

(ترجمہ) ہم سے ابو حصین نے اور ان سے ابوصالح نے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ فرمایا نبی ﷺ نے چھوت چھات اور بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور بخاری شریف کی دوسری حدیث میں ہے : فر من المجدوم فرا رک من الا سد . (بخاری کتاب باب الجذام ج ۲ ص ۸۵۰)

(ترجمہ) جزامی سے بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔

بظاہر یہ متعارض نظر آرہی ہیں لیکن اصلاً ان میں کوئی تعارض نہیں۔ (تفصیلات کے لئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "الحق المجتلی فی حکم المبتلی" (فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۱۰ حصہ اول ص ۲۴۱، جدید ج ۲۴ ص ۲۱۵) دیکھئے مختصر یہ کہ حقیقت تو کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی نے جزامی سے میل جول رکھا اور بتقدیر الہی اسے بھی جزام ہو گیا تو اسے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ اس کا سبب جزامی کا اختلاط ہے اور یہ نظریہ فاسد ہے اس لئے سد ذریعہ کے طور پر حضور اکرم ﷺ نے جزامی سے بھاگنے کا حکم فرمایا۔

ناسخ و منسوخ :

تصریف : جب دو مقبول حدیثوں میں تطبیق ممکن ہو تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں اور جب دونوں میں تطبیق ممکن نہ ہو مگر تاریخ یا نص سے ایک کا تقدم اور دوسری کا تاخر ثابت ہو تو متاخر کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ کہا جائے گا حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔

و ان لم یکن الجمع فلا یخلو اما ان یعرف التاريخ او لا فان عرف و ثبت المتأخر به او با صرح منه فهو الناسخ والآخر المنسوخ۔

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۵۷)

(ترجمہ) اگر دو حدیثوں میں تطبیق ممکن نہ ہو تو پھر دو صورتوں میں سے ایک ہوگی یا تو تاریخ کا پتہ ہوگا یا تاریخ معلوم نہ ہوگی اگر تاریخ معلوم ہو اور ایک کا دوسرے سے متاخر ہونا ثابت ہو جائے یا ایک زیادہ صریح ہو تو متاخر تو زیادہ صریح ناسخ ہوگی اور مقدم غیر صریح منسوخ۔

حافظ ابن حجر نے نسخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا۔ والنسخ رفع تعلق حکم شرعی

بدلیل شرعی متأخر عنہ۔ (شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۵۸)

(ترجمہ) ایک حکم شرعی کے تعلق کو متاخر شرعی دلیل سے اٹھا دینا نسخ کہلاتا ہے۔

فسخ بذریعہ نص : سب سے زیادہ صریح نسخ یہ ہے کہ خود حدیث میں تصریح ہو

جیسے۔ عن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ كنت نهيتكم عن زيا

رة القبور فزوروها فانها تذكروا الاخرة۔ (مسلم کتاب الجنائز باب زیارة

القبور ج ۱ ص ۳۱۴، ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی زیارة القبور ص ۱۲

المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۷۶، مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب زیارة القبور

ص ۱۵۴ شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۵۸)

(ترجمہ) ابن بريدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے

تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب (قبروں کی) زیارت کرو اس لئے کہ یہ آخرت یاد

دلاتی ہے۔ اس حدیث میں ”فزوروها“ نہیتم عن زیارة القبور کے لئے ناسخ ہے

صحابی کی تصریح : حافظ ابن حجر کہتے ہیں منہا ما بجزم الصحابی بانہ

متأخر۔ (شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۵۸)

(ترجمہ) دو متعارض حکموں میں ایک کے لئے صحابی یقین ظاہر کرے کہ یہ متاخر ہے جیسا

کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال کان آخر

الامرین من رسول الله ترک الوضوء ، مما مست النار .

(سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی ترک الوضوء مما مست النار ج ۱ ص ۳۷، سنن ترمذی کتاب الطہارۃ باب ما جاء فی الوضوء ، مما غبرت النار ج ۱ ص ۱۱۶، سنن نسائی کتاب الطہارۃ باب ترک الوضوء مما غبرت النار ج ۱ ص ۳۲، ابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب رخصة فی ذلک ص ۳۶) (ترجمہ) جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کے دو معمولات میں سے آخری عمل یہ ہے کہ آپ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کے چھونے سے وضو کرنے کو ترک کر دیا تھا۔

فسخ کائناتیں سے ثبوت : حافظ کہتے ہیں اس کی مثالیں بہت ہیں کہ مؤخر اور ناسخ حدیث کی معرفت تاریخ سے حاصل ہو مثلاً شداد بن اوس کی روایت۔ افطر الحاجم والمحجوم۔ (ابو داؤد کتاب الصوم باب فی الصائم یحتجم ج ۱ ص ۳۲۳ بخاری کتاب الصوم باب الحجامة و یغنی للصائم ج ۲ ص ۲۶۰) (ترجمہ) نصد لگانے والے اور نصد لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

اور ابن عباس کی روایت کہ ان النبی ﷺ احتجم و هو صائم۔

(بخاری کتاب الصوم باب الحجامة و یغنی للصائم ج ۲ ص ۲۶۰)

(ترجمہ) نبی (ﷺ) نے روزے میں نصد لگوائی۔

امام شافعی نے فرمایا کہ دوسری حدیث پہلی کی ناسخ ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ۱۰ ہجری کو حجۃ الوداع کے موقع پر نبی (ﷺ) کے ساتھ حالت احرام میں تھے جب کہ پہلی حدیث حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے ۸ ہجری کو فتح مکہ کے زمانے میں روایت کی تھی۔

اجماع امت : کیا اجماع حدیث کا ناسخ ہو سکتا ہے؟

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اجماع امت حدیث کا ناسخ نہیں ہو سکتا البتہ حدیث کے نسخ کی دلیل بن سکتی ہے۔ (شرح نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص ۵۹)

جیسا کہ حدیث مبارکہ عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ اذا شرب الخمر فا جلدوه فان عاد الرابعة فاقتلوه .

(ابو داؤد کتاب الحدود باب اذا تابع فی شرب الخمر ج ۲ ص ۲۷۰)
 (ترجمہ) ابو ہریرہ نبی (ﷺ) سے نقل کرتے ہیں جب کوئی شراب پیئے اسے کوڑے مارو
 اور اگر چوتھی مرتبہ پیئے تو اسے قتل کر دو۔ یہ حدیث مبارکہ موجود ہے جبکہ اس بات پر اجماع
 ہے کہ شرابی کو قتل نہیں کیا جاتا اجماع حدیث کا ناسخ نہیں ہے لیکن وہ نسخ پر دلالت کرتا ہے۔
 امام ترمذی نے بھی اس حدیث کے متروک العمل ہونے پر اجماع نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں
 انما کان هذا فی اول امر ثم نسخ۔

(ترمذی کتاب الحدود باب ما جاء من شرب الخمر ج ۱ ص ۴۰۰)
 (ترجمہ) یہ حکم اسلام کے ابتدائی دور میں تھا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

مزید فرماتے ہیں ”اور اس کی تقویت اس حدیث سے ہوتی ہے جو نبی (ﷺ) سے بہت سی
 سندوں سے مروی ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا کسی مسلمان شخص کا خون حلال نہیں جو
 شہادت دے کہ اللہ عز و جل کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں سوائے تین میں
 سے کسی ایک وجہ کی بنا پر۔ جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی، دین اسلام چھوڑنے والا۔
ناسخ و منسوخ کی معرفت: ناسخ و منسوخ کی معرفت فقہ واجتہاد کے لئے
 انتہائی ضروری ہے بعض ناواقف اپنی کم علمی کے سبب چار حدیثیں پڑھ کر ہر بات میں
 حدیث کا حوالہ دیتے ہیں حالانکہ وہ نہ تو حدیث کی اقسام جانتے ہیں نہ ہی ناسخ و منسوخ کی
 واقفیت رکھتے ہیں۔

حافظ حازمی نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک قاضی کے پاس سے گزرتے تو پوچھا
 تعرف الناسخ من المنسوخ؟ قال لا: قال هلکت و اهلکت۔ (الاتقان فی

علوم القرآن النوع السابع والأربعون فی ناسخة و منسوخة ج ۲ ص ۴۴)
 (ترجمہ) تم ناسخ کو منسوخ کے تعلق سے پہنچاتے ہو۔ تو اُس (قاضی) نے کہا نہیں۔ آپ
 (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) نے فرمایا تو ہلاک ہو اور لوگوں کو بھی ہلاک کیا۔

اسی طرح حاکم نے امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے۔ ان العالم اذا لم يعرف
 الصحيح والسقيم والناسخ والمنسوخ من الحديث لا يسمى
 عالما۔ (معرفۃ علوم الحديث ص ۶۰)

(ترجمہ) ایک عالم اگر حدیث میں صحیح و سقیم اور ناسخ و منسوخ کی معرفت نہیں رکھتا اسے عالم

نہیں کہا جائے گا۔

متوقف فیہ:

تفسیر: جن دو خبروں میں تعارض واقع ہو اور دونوں میں تطبیق ممکن نہ ہو اور ایک کو دوسرے کے لئے ناسخ بھی نہ ٹھہرا سکتے ہوں تو دیکھیں گے کہ سند و متن کے لحاظ سے کوئی وجہ ترجیح کی بنتی ہے تو ترجیح دی جائے گی ورنہ دونوں پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے گا۔ انہیں دونوں احادیث کو متوقف فیہ کہیں گے کیونکہ موجودہ صورت میں ترجیح دینا ممکن نہیں لیکن احتمال ہے کہ آئندہ کوئی شخص ترجیح کی کوئی صورت نکال سکے اس لئے دونوں ساقط نہیں ہوں گی۔

حافظ ابن حجر نے اسے یوں بیان کیا ہے۔ ثم التوقف عن العمل باحدا لحدیثین و التعبير بالتوقف اولى من التعبير بالتساقط لان خفاء ترجیح احدهما على الآخر انما هو بالنسبة للمعتبر في الحالة الراهنة مع احتمال ان يظهر لغيره ما خفی عليه۔ (شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۵۹، ۶۰)

احادیث میں وجوہ ترجیح کے حوالے سے محدثین کے ہاں بحثیں ہیں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تدریب الراوی میں انہیں سات اقسام میں محدود کیا ہے۔

(۱) **الترجیح بحال الراوی:** راوی کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر ترجیح دینا جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح دینا۔

(۲) **الترجیح بالتحمل:** تحمل روایت کے اعتبار سے ترجیح دینا جیسے تحدیث کو عرض پر اور عرض کو کتابت، مناولہ یا وجادہ پر ترجیح۔

(۳) **الترجیح بکیفیۃ الراویۃ:** روایت کی کیفیت کے پیش نظر ترجیح دینا جیسے حکایت لفظی کو حکایت معنوی پر ترجیح۔

(۴) **الترجیح بوقت الورد:** جیسے مدنی راوی کی حدیث کو مکی راوی کی حدیث پر ترجیح۔

(۵) **الترجیح بلفظ الخبر:** الفاظ حدیث کی رعایت کرتے ہوئے ترجیح دینا

جیسے عام کو خاص پر اور حقیقت کو مجاز پر ترجیح حاصل ہے۔

(۶) **الترجیح بالحکم** : فقہی احکام کی رعایت کرتے ہوئے ترجیح دینا جیسے تحریم پر دلالت کرنے والی حدیث کو اباحت پر دلالت کرنے والی حدیث پر ترجیح۔

(۷) **الترجیح بامر خارج** : جیسے ایسی حدیث کو ترجیح دینا جو قرآن یا کسی دوسری حدیث کے موافق ہو۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواری ص ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹)

حدیث ضعیف:

لغوی تعریف : لغت کے اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے۔ ضعف حسی بھی ہوتا اور معنوی بھی یہاں ضعف سے مراد معنوی ضعف ہے۔

اصطلاحی تعریف : حافظ ابن الصلاح نے ضعیف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کل حدیث لم تجتمع فیہ صفات الحدیث الصحیح ولا صفات الحدیث الحسن المذکورات فیما تقدم فهو حدیث ضعیف .

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۰ النوع الثالث معرفة الضعیف من الحدیث)
(ترجمہ) ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی مذکورہ صفات جمع نہ ہوں وہ حدیث ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر نے ان مختصر الفاظ میں حدیث ضعیف کی تعریف کی ہے کل حدیث لم تجتمع فیہ صفات القبول .

(ترجمہ) ہر وہ حدیث جس میں صفات قبول جمع نہ ہوں (وہ حدیث ضعیف ہے)۔
ضعیف ترین سندیں : صحیح میں اصح الاسانید کی بحث گزری ہے اس طرح ضعیف کی بحث میں ان اسانید کا ذکر بھی آتا ہے جو اوہی الاسانید ہیں امام حاکم کے حوالے سے اوہی الاسانید یوں بیان کی ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے۔

صدقة الدقیقی عن فرقد السبخی عن مرة الطیب عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے۔ عمرو بن شمر عن

جابر الجعفی عن الحارث الأعور عن علی رضی اللہ عنہ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند۔ المسری بن اسماعیل عن داؤد بن یزید الأزدی عن ابیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ضعیف ترین سند۔ نسخة عند البصریین الحارث بن شبل عن ام النعمان عن عائشہ رضی اللہ عنہا.

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند۔ شریک عن ابی فزارہ عن ابی زید عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند۔ داؤد بن المحبر بن قحذم عن ابیہ عن أبان بن أبی عیاش عن انس رضی اللہ عنہ.

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۱۱۳، ۱۱۴)

حدیث ضعیف فضائل میں معتبر ہے :

حدیث ضعیف فضائل اعمال اور مناقب کے باب میں معتبر ہے چنانچہ علامہ نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغيرهم: يجوز و يستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترہیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعاً.

(الأذکار المنتخبة من کلام سید الأبرار للنووی ص ۱۲)

(ترجمہ) آئمہ محدثین و فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ وہ موضوع نہ ہو۔

اسی طرح علامہ ابن حجر الہیثمی نے فضائل اعمال کے سلسلے میں حدیث ضعیف پر عمل کے لئے دلیل دیتے ہوئے کہا۔ قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال لانه ان کان صحیحاً فی نفس الامر فقد اعطی حقه من العمل به و الا لم یترتب علی العمل به مفسدة تحلیل و لا تحریم ولا ضیاع حق للغير.

(الفتح المبین شرح اربعین)

(ترجمہ) فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے اس لئے کہ

اگر یہ حقیقت میں صحیح ہے تو اس پر عمل کرنے سے اس کا حق ادا ہو ورنہ اس پر عمل کرنے سے حلال اور حرام بنانے اور دوسرے کے حق کو ضائع کرنے کا خطرہ نہیں ہے۔

محدث بیہقی فرماتے ہیں۔ اذا روينا في الثواب والعقاب و فضائل الاعمال تساھلنا في الاسانيد و تسامحنا في الرجال .

علامہ نووی کی عبارت اور محدث بیہقی کے قول سے ظاہر ہو گیا کہ فضائل اعمال و مناقب میں ضعیف حدیث عند الحمد ثین قابل قبول ہے علامہ نووی کے علاوہ دیگر محدثین بھی ضعیف حدیث کے متعلق یہی فرماتے ہیں حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) موضوعات کبیر ملا علی قاری ۱۰۱۲ھ (ص ۶۳)

(۲) مرقاة شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری ۱۰۱۲ھ (جلد ۲ ص ۸۳)

(۳) قوت القلوب امام ابوطالب محمد بن علی المکی ۳۸۳ھ (جلد ۱ ص ۳۶۳)

(۴) مقدمہ ابن صلاح امام ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمن ۶۴۳ھ (ص ۴۹)

(۵) تدریب الراوی امام جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ھ (جلد ۱ ص ۳۹۸)

(۶) کتاب الراوی محدث زکریا بن محمد شافعی ۹۲۶ھ

حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ:

(۱) کبھی حدیث ضعیف متعدد اسناد سے مروی ہو کر حسن وغیرہ اور کبھی صحیح وغیرہ ہو جاتی ہے امام

عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ میزان الشریعة الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔ قد احتج جمہور المحدثین بالحديث الضعیف اذا كثرت طرقه للحوقه بالصحيح تارة وبالحسن اخرى. (میزان الشریعة الکبریٰ)

(ترجمہ) حدیث حسن جب متعدد طریقوں سے مروی ہو تو جمہور محدثین اسے لائق استدلال جانتے ہیں اور اسے کبھی حسن کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں۔

حصول قوت کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ طرق بہت کثیر ہوں صرف دو مل کر بھی قوی ہو جاتے ہیں تیسیر میں ہے۔ ضعیف بضعف عمرو بن الواقد لکنہ یقوی بورودہ بطریقین۔

(ترجمہ) عمرو بن واقد کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن دو طریقوں سے آنے کی وجہ سے قوت پا گئی۔

(۲) کی حدیث ضعیف پر اہل علم کا عمل اس کو حسن بنا دیتا ہے یعنی ضعیف حدیث پر علماء کا یلین عمل شروع کر دیں تو وہ ضعیف نہ رہے گی حسن ہو جائے گی۔
امام حاکم نیشاپوری صلوٰۃ التسیب کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وعما يستدل انه على صحة هذا الحديث استعمال الا ثمة من اتباع التابعين الى عصرنا هذا اياه و مواظبتهم عليه و تعليمهن الناس منهم عبد الله بن المبارك رضى الله عنه (المستدرک)

(ترجمہ) جس چیز سے اس حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اتباع تابعین سے لے کر ہمارے اس دور تک تمام آئمہ اس پر دوام کے ساتھ عمل کرتے رہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے رہے ان آئمہ میں عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ صلوٰۃ التسیب پڑھتے تھے اور بعد کے تمام علماء ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے ہیں حالانکہ صلوٰۃ التسیب کے بارے میں وارد شدہ حدیث ضعیف ہے۔

(۳) مجتہد کے استدلال سے بھی حدیث ضعیف کو تقویت مل جاتی ہے علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ ان المجتهد اذا استدلل بحديث كان صحيحا له كما في التحرير وغيره. (رد المحتار)

(ترجمہ) مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ جس طرح تحریر میں امام ابن ہمام نے تحقیق کی ہے۔

امام عبد الوہاب شعرائی لکھتے ہیں۔ ان قيل بضعف شيء من ادلة مذهبه فذا لك البضعف انما هو بالنظر للرواة النازلين عن سنده بعد موته (الی قوله) و كفا نا صحة الحديث استدلال مجتهد به.

(ترجمہ) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام اعظم کے دلائل میں سے کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف امام اعظم کی سند میں ان نیچے کے راویوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے امام اعظم کی موت کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور ہمیں اس حدیث کی صحت کے لئے یہ کافی ہے کہ ایک امام مجتہد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۴۔ کبھی تجربہ اور کشف سے بھی حدیث کو قوت مل جاتی ہے حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاة میں تحریر کرتے ہیں۔ سید الکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے

فرمایا مجھے حضور اقدس (ﷺ) سے یہ حدیث پہنچی کہ جو لا الہ الا اللہ ستر ہزار مرتبہ کہے اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی بھی مغفرت ہو جائیگی اور میں نے کسی شخص کو اس کے بخشے کی نیت نہیں کی تھی؟ پھر اتفاق سے میں ایک دعوت میں گیا اس میں ایک نوجوان بھی تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے اچانک یہ نوجوان کھانے کے دوران رونے لگا میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے میں نے دل ہی دل میں اس ستر ہزار مرتبہ پڑھے ہوئے لا الہ الا اللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہنے لگا میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں۔ امام محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا: فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه و صحة كشفه بصحة الحديث. میں نے اس حدیث کی صحت کو اس نوجوان کے کشف سے جان لیا اور اس نوجوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان لیا۔

(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۲۲، فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۹ ص ۱۵۴)

تنبیہ: جب کوئی حدیث سند ضعیف کے ساتھ ملے تو اس حدیث کو ضعیف الاسناد کہنا چاہیے مطلقاً حدیث ضعیف نہیں کہنا چاہیے کیونکہ ہو سکتا کہ اس حدیث کی کوئی اور سند صحیح ہو۔

نوٹ: حدیث ضعیف کی مزید تفصیل جاننے کے لئے مجدد اعظم و محدث اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا رسالہ ”نہج السلامة فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامة“ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ۲ ص ۵۳۰، جدید ج ۵ ص ۶۲۹ پڑھیے۔

خبر مردود: خبر واحد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مقبول (۲) مردود

پہلے خبر مقبول کے متعلق بیان کیا گیا اب آگے خبر مردود کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

تعریف: حافظ ابن حجر نے خبر مردود کی تعریف یوں کی۔

هو الذي لم ير جح صدق المخبر به

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۲۲)

(ترجمہ) خبر مردود وہ ہے جس میں خبر دینے والے کی صداقت راجح نہیں ہوتی۔

خبر کے اسباب رد کثیر ہیں لیکن عام سبب دو ہیں۔

(۱) سند سے کسی راوی کا سقوط (۲) راوی میں طعن

سقوط راوی : اسناد میں کسی راوی کے چھوٹ جانے کا نام سقوط ہے سقوط کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) سقوط ظاہر (۲) سقوط خفی

(۱) **سقوط ظاہر :** اس کو سقوط واضح بھی کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کا ساقط ہونا ظاہر اور واضح ہو یہ سقوط اس راوی اور اس کے شیخ کے مابین ملاقات نہ ہونے سے جانا جاتا ہے کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ راوی نے اپنے شیخ یعنی جس سے روایت بیان کر رہا ہے کا زمانہ نہ پایا دوسرا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راوی نے اپنے شیخ جس سے روایت کر رہا ہے اس کا زمانہ تو پایا لیکن ملاقات نہیں کی یا ملاقات تو ہوئی لیکن اجازت و وجاہت کچھ بھی نہیں یہ باتیں جاننے کیلئے ضروری ہے کہ راوی کے حالات زندگی جانے جائیں کہ وہ کب پیدا ہوا؟ کب وصال ہوا؟ کتنے سفر کئے؟ کہاں کہاں کے سفر کئے؟ راوی اور شیخ کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ کیا کبھی یہ دونوں ایک شہر میں جمع ہوئے؟ پس اس کا جاننا؟ نسبت سقوط خفی کے آسان ہے؟

(۲) **سقوط خفی :** سقوط خفی کو سوائے حدیث کے ماہر آئمہ کے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا کہ راوی کا سقوط کہاں پایا گیا۔

سقوط ظاہر کی اقسام : سقوط ظاہر (واضح) کے اعتبار سے خبر مردود کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) معلق (۲) مرسل (۳) متصل (۴) منقطع

حدیث معلق :

لفوی تعریف : مُعَلَّقٌ تَغْلِيقٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ لٹکانا اور حدیث معلق چونکہ عالی جہت سے متصل اور رسائل جہت سے منقطع ہوتی ہے تو یہ اس چیز کی طرح ہو گئی جو لٹکی ہوئی ہو۔

اصطلاحی تعریف : حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ اذا كان السقط من مبادی السند من تصرف المصنف فهو المعلق .

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۶۰، ۶۱)

(ترجمہ) جب مصنف کے تصرف سے سند کے اول سے راوی ساقط کر دیا جائے تو وہ معلق ہے۔

حدیث معلق کی چند صورتیں:

(۱) پوری سند کو ساقط کر دیا جائے اور کہا جائے قال رسول اللہ ﷺ کذا او فعل رسول اللہ ﷺ کذا۔ (شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۶۱)

(۲) صحابی یا صحابی وتابعی کے سوا باقی سند کو ساقط کر دیا جائے۔

حافظ ابن حجر نزہة النظر میں لکھتے ہیں۔ حدیث معلق کو مردود کی اقسام میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال معلوم نہیں ہے اور اگر اس راوی کا کسی اور سند میں مذکور ہونا معلوم ہو جائے (اور وہ ثقہ ہو) تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے اور اگر مصنف یہ کہے کہ میں نے جن راویوں کو حذف کیا وہ تمام ثقہ ہیں تو یہ تعدیل علی الالبہام ہے اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک کہ اس راوی کا ذکر نہ کیا جائے۔ (شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۶۲)

لیکن حافظ ابن الصلاح نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ (راوی) کسی ایسی کتاب کی حدیث کی سند میں محذوف ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کیا ہو جیسے امام بخاری اور امام مسلم تو اس حدیث کو مصنف جب جزم کے ساتھ ذکر کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند اس کے نزدیک ثابت ہے اور اس نے کسی غرض (مثلاً اختصار یا تکرار سے بچنے) کی وجہ سے سند کو حذف کیا ہے اور جس حدیث کو بغیر جزم کے ذکر کیا ہے تو اس میں بحث کی گنجائش ہے۔ شیخ محقق علیہ الرحمہ امام بخاری کی تعلیقات کے بارے میں لکھتے ہیں۔ والتعلیقات کثیرۃ فی تراجم صحیح البخاری ولہا حکم الاتصال لانہ التزم فی ہذا الكتاب ان لا یأتی الا بالصحیح ولكنها لیست فی مرتبة مسانیدہ الا ما ذکر منها مسندا فی موضع اخر من کتابہ وقد یفرق فیہا بان ما ذکر بصیغۃ الجزم والمعلوم کقولہ قال فلان او ذکر فلان دل علی ثبوت اسنادہ عندہ فہو صحیح قطعاً او ما ذکرہ بصیغۃ التمریض والمجهول کقیل ویقال و ذکر ففی صحته کلام ولكنه لما اوردہ فی ہذا الكتاب کان لہ اصل ثابت ولہذا قالوا تعلیقات البخاری متصلة صحیحة۔

(مقدمۃ الشیخ مع مشکوٰۃ ص ۴)

(ترجمہ) تراجم صحیح بخاری میں تعلیقات بکثرت ہیں۔ لیکن یہ سب تعلیقات اتصال کے حکم

میں ہیں۔ اس لئے کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں صحیح احادیث لانے کا التزام کیا ہے۔ یہ تعلیقات اُن کی مسانید کے درجہ کی نہیں ہیں۔ لیکن ان تعلیقات کے سوا جن کی سند انہوں نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ بیان کر دی۔ اور بعض لوگوں نے اس میں یہ فرق کیا ہے کہ جن تعلیقات کو امام بخاری نے جزم و یقین کے صیغے کے ساتھ بیان کیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتیں ہیں کہ ان کی سند امام بخاری کے نزدیک ثابت ہے پس وہ قطعاً صحیح ہیں جیسے امام صاحب کا یہ کہنا **قَالَ فُلَانٌ يٰذَا كَسَرَ فُلَانٌ**، فلاں نے کہا یا فلاں نے ذکر کیا۔ اور اگر صیغہ **تَمَرِيضٌ** و **مَجْهُولٌ** کے ساتھ بیان کیا ہو جیسے **قِيلَ وَ يُقَالُ** اور **ذِكْرٌ** یعنی کہا گیا یا کہا جاتا ہے یا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی صحت میں ان کے نزدیک کلام ہے لیکن جب وہ اپنی اس کتاب میں لائے ہیں تو اس کی اصل ان کے نزدیک ثابت ہے۔ اسی لیے محدثین کا قول ہے کہ بخاری کی تعلیقات متصل اور صحیح ہیں۔

امام بخاری کی تعلیقات کے اس حکم کو فقیہ الہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے الفاظ میں **نزهة القاری** کے اندر کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے ابواب میں تعلیقات بکثرت ہیں۔ یہ سب حدیث متصل کے حکم میں ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے اس کا التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں صرف احادیث صحیحہ ذکر کریں گے لیکن یہ ان کی احادیث مسندہ کے حکم میں نہیں۔ بعض تعلیقات کو انہوں نے اس کتاب میں دوسری جگہ مسند ذکر کر دیا ہے۔ وہ بہر حال احادیث مسندہ کے مرتبے میں ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جن تعلیقات کو جزم و یقین کے کلمات کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ اکثر صحیح ہیں۔ مثلاً یہ ذکر کیا کہ فلاں نے کہا اور جنہیں شک و ضعف کے کلمات سے ذکر کیا مثلاً یوں۔ بیان کیا گیا۔ کہا گیا۔ روایت کیا گیا۔ ان کی صحت میں کلام ہے اگرچہ بعض ان میں بھی صحیح ہیں۔ بایں ہمہ جب انہوں نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا تو وہ بالکل بے اصل بھی نہیں مانی جائیں گی۔ ضرور ان کے علم میں ان کی کچھ اصل ہوگی۔

تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری کی تعلیقات کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

(۱) وہ تعلیقات جنہیں خود امام بخاری نے اپنی اسی کتاب میں کسی جگہ سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ خواہ انہیں صیغہ جزم کے ساتھ ذکر کیا ہو خواہ صیغہ **تَمَرِيضٌ** کیساتھ۔ صیغہ جزم کی بکثرت مثالیں ہیں۔ صیغہ **تَمَرِيضٌ** کی مثال یہ ہے۔ کتاب الطب باب الرقی بفاتحہ

الكتاب و يذكر عن ابن عباس عن النبي ﷺ .

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ نبی پاک ﷺ سے مروی ہے۔

(بخاری کتاب الطب باب باب الرقی بفاتحة الكتاب ج ۲ ص ۸۵۴)

(۲) وہ تعلیقات جنہیں امام بخاری نے اپنی کتاب میں کہیں سند متصل کے ساتھ ذکر نہیں کیا اور اسے صیغہ جزم کے ساتھ ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر صحیح ہے جیسے۔ وقالت عائشة رضي الله تعالى عنها كان النبي ﷺ يذكر الله على كل احيانه.
(ترجمہ) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ ہر وقت ذکر اللہ عز وجل کیا کرتے تھے۔

(کتاب الاذان باب هل يتبع المؤذن فاه ههنا وههنا وهل يلتفت في الاذان بخاری ج ۱ ص ۸۸) یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(۳) ایسی تعلیق جو حسن ہو جیسے۔ قال بهز بن حكيم عن ابيه عن جده عن النبي ﷺ الله احق ان يستحي منه من الناس. (بخاری کتاب الطہارت باب من اغتسل عريانا في الخلوة ومن تستر والتستر افضل ج ۱ ص ۴۲)
(ترجمہ) حضرت بھز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ انکے دادا سے اور وہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ لوگوں کے مقابلے اللہ تعالیٰ میں اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔

(۴) ایسی تعلیق جو ضعیف ہو۔ جیسے قال طاؤس قال معاذ بن جبل لاهل اليمن اتوني بعرض ثياب خميص او لبيس في الصدقة مكان الشعير والذرة اهنون عليكم وخير لا صحاب النبي ﷺ بالمدينة.

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب العرض في الزکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۴)

(ترجمہ) اور حضرت طاؤس نے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن والوں سے فرمایا مجھے زکوٰۃ میں جو اور باجرے کے عوض چادر اور پہنے ہوئے کپڑے دو یہ تمہارے لئے آسان ہے اور مدینے میں صحابہ کے لئے بہتر ہے۔
اس تعلیق کی سند طاؤس تک صحیح اور متصل ہے۔ مگر طاؤس کا حضرت معاذ سے سماع ثابت نہیں۔ اس لئے معمولی ضعف کے ساتھ ضعیف ہے۔

(۵) وہ تعلیقات جنہیں صیغہ تملیض سے ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر فتح ہیں۔ جیسے یہ تعلیق وید کر عن عبد اللہ بن السائب قرء النبی ﷺ المؤمنون فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسیٰ و ہارون او ذکر عیسیٰ اخذتہ سعلۃ۔

(بخاری کتاب الاذان باب الجمع بین السورتین فی رکعة ج ۱ ص ۱۰۶)
(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز سورہ مؤمنون پڑھی جب موسیٰ اور ہارون یا عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر آیا تو کھانسی آگئی۔

اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ کیا ہے۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القراءة فی الصبح ج ۱ ص ۱۸۶)

(۶) ایسی تعلیق جو حسن ہو جیسے وید کر عن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی ﷺ قال اذا بعث فکل واذا ابتعت فاکتل۔

(بخاری کتاب البیوع باب الکیل علی البائع ج ۱ ص ۲۸۵)

(ترجمہ) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ نبی پاک ﷺ فرمایا جب تم بیچو تو ناپو اور جب خریدو تو بھی ناپ لو۔

اسے دارقطنی اور ابن ماجہ اور بزار نے روایت کیا اور یہ حسن ہے۔

(۷) ایسی تعلیق جو معمولی ضعف سے ضعیف ہو مگر معمول بہ ہو جیسے وید کر ان النبی ﷺ قضی الدین قبل الوصیۃ۔ (بخاری کتاب الوصایا، باب تأویل قول اللہ تعالیٰ

من بعد وصیۃ تووصون بها او دین ج ۱ ص ۳۸۴)

(ترجمہ) اور منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دین کو وصیت پر مقدم کرنے کا حکم دیا۔

اسے امام ترمذی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (ترمذی ابواب الوصایا باب ما جاء یبدأ بالدين قبل الوصیۃ ج ۲ ص ۲۷۷) مگر اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔ مگر اہل علم کے عمل سے قوی ہوگئی۔

(۸) ایسی تعلیق جو ضعف شدید کے ساتھ ضعیف ہو۔ اور معمول بہا ہو۔ جیسے یہ تعلیق وید کر

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ لا یتطوع الا امام فی مکانہ۔

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے انھوں نے نبی پاک ﷺ سے مرفوعاً

روایت کی کہ امام اپنی (امامت والی) جگہ پر نوافل نہ پڑھے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ مکت الامام فی مصلٰہ بعد السلام ج ۱ ص ۱۱۷) اسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا مگر اس میں دو ہر اضعف ہے اس کا ایک راوی، لیث ہے جو ضعیف ہے اور اس کے شیخ الشیخ مجہول ہیں۔ مگر اس پر بھی اہل علم کا عمل ہے اس لئے یہ بھی قوی ہو گئی۔ حکم یہ ہے کہ امام وہیں نفل نہ پڑھے جہاں فرض پڑھا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر آ کے پڑھے اگر مسجد ہی میں پڑھنا چاہتا ہے تو دائیں بائیں ہٹ کر پڑھے۔ (مقدمہ نزہۃ القاری شرح البخاری ج ۱ ص ۳۶، ۳۸، ۳۹)

حدیث مرسل

لغوی تعریف: یہ اَرْسَلَ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی چھوڑ دیا گیا کہ ارسال کرنے والا سند کو چھوڑ دیتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزہۃ النظر میں فرماتے ہیں۔ وہو ما سقط عن آخره من بعد التابعی هو المرسل و صورته ان يقول التابعی سواء کان کبیرا او صغیرا قال رسول اللہ ﷺ کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا او نحو ذلک۔ (شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفکر ص ۶۳) (ترجمہ) جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی کہے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے اس طرح فرمایا یا اس طرح کہایا آپ کے سامنے یہ کام کیا گیا۔

امام حاکم مرسل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فان مشائخ النجدیث لم یختلفوا فی ان الحدیث المرسل هو الذی یرویه المحدث باسانید متصلۃ الی التابعی فیقول التابعی قال رسول اللہ ﷺ۔

(معرفة علوم الحدیث ص ۲۵)

(ترجمہ) اس بارے میں مشائخ حدیث میں کوئی اختلاف نہیں کہ مرسل حدیث وہ ہے جسے محدث تابعی تک سند متصل کے ساتھ روایت کرے اور تابعی کہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا۔

حدیث مرسل کی حیثیت: اکثر محدثین نے حدیث مرسل کو ضعیف کی اقسام

میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث کے لئے سند کا اتصال ضروری ہے چنانچہ محدثین اسے صحیح قرار نہیں دیتے حافظ ابن صلاح اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان حکم المرسل حکم الحديث الضعيف الا ان يصح مخرجه بمجيه من وجه آخر .

(ترجمہ) معلوم رہے کہ مرسل کا حکم وہی ہے جو حدیث ضعیف کا ہے الا یہ کہ دوسری سند کے ذریعہ اس کی روایت ثابت ہو جائے۔

امام نووی "التقریب" میں کہتے ہیں۔ ثم المرسل حدیث ضعیف عند جماہیر المحدثین والشافعی و کثیر من الفقہاء واصحاب الاصول .

(تقریب النووی مع شرحہ تدریب الراوی ص ۱۲۶)

(ترجمہ) جمہور محدثین، امام شافعی فقہاء اور اصحاب اصول کے نزدیک مرسل حدیث ضعیف شمار ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا۔ مرسل کو مزدود کی اقسام میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں محذوف راوی نامعلوم ہوتا ہے۔ اس میں احتمال موجود ہوتا ہے کہ محذوف راوی صحابی ہو یا تابعی اور تابعی ہونے کی صورت میں یہ احتمال موجود ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ پھر اگر ثقہ ہے تو یہ احتمال رہتا ہے کہ اس نے یہ حدیث صحابی سے سنی ہے یا تابعی سے اور پھر تابعی ثقہ ہے یا ضعیف علیٰ ہذا القیاس یہ سلسلہ عقلی لحاظ سے تو غیر متناہی ہو سکتا ہے اور بالحاظ تتبع چھ سات سلسلوں تک ہی پایا جاتا ہے

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفکر ص ۶۳)

ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ امام ابن جریر نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث مرسل کے قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بعد دو سو سال تک آئمہ میں سے کسی نے اس کا انکار کیا اور یہی وہ قرون فاضلہ ہے جن کے خبر پر برقرار رہنے کی رسول اللہ ﷺ نے شہادت دی ہے اور بعض علماء نے تو حدیث مرسل کو حدیث مسند پر ترجیح دی ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ جس شخص نے پوری سند ذکر کر دی اور جس نے حدیث مرسل ذکر کی وہ اس چھوڑے ہوئے راوی کی تحقیق کا خود ضامن ہو گیا۔

(شرح نخبة الفکر لملا علی قاری ص ۴۰۶)

حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلیل: (۱) جب راوی کسی حدیث کو ارسال کرتا ہے تو وہ نبی (ﷺ) کی اس خبر پر قطعی شہادت دیتا ہے اور بعد میں آنے والوں کو راوی کے متعلق بحث اور تفتیش سے مستغنی کر دیتا ہے اور جب وہ کسی حدیث کی پوری سند بیان کرتا ہے تو وہ ان بعد والوں کو اس واسطے کے حوالے کر دیتا ہے اور خود بری الذمہ ہو جاتا ہے تو جب راوی حدیث کو مرسل بیان کر کے اس پر اعتماد اور وثوق کرے تو یہ حدیث مسنداً بیان کرنے سے اولیٰ ہے اور اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ اس سے مساوی ہونے میں کم نہیں ہے اور بالفرض کم بھی ہو تو لائق استدلال ہونے سے بہر طور کم نہیں ہے۔

(۲) حدیث مرسل کے جس راوی کا ذکر نہیں وہ نبی (ﷺ) اور تابعی کے درمیان والا واسطہ ہے وہ راوی یا کوئی صحابی ہو گا یا تابعی صحابی ہونے کی صورت میں حدیث مبارکہ قبول کی جائے گی کیونکہ تمام صحابہ ہی ثقہ ہیں۔

معضل :

لغوی تعریف: مُعْضَلٌ غَضْلٌ سے مشتق ہے جسکے معنی روکنے اور عاجز کرنے کے ہیں کیونکہ اس خبر کا ماخذ تلاش کرنا مشکل کام ہے اس لئے تلاشی سے عاجز آ کر اسے معضل کہا گیا۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ وان كان السقط باثنين فصاعدا مع التوالی فهو المعضل۔

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۶۴)

(ترجمہ) اگر دو یا زیادہ راوی متواتر ساقط ہوں تو وہ معضل ہے۔

امام حاکم معضل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ امام الحدیث علی ابن المدینی اور ان کے بعد کے ہمارے بعض آئمہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ معضل وہ روایت ہے جس کی سند میں رسول اللہ (ﷺ) سے ارسال کرنے والے اور نبی (ﷺ) کے درمیان ایک سے زائد راوی ساقط ہوں اور یہ مرسل سے الگ قسم ہے کیونکہ مراسل کا تعلق صرف تابعین سے ہے۔

(معرفة علوم الحديث ص ۳۶)

حافظ ابن صلاح نے لکھا۔ وهو لقب لنوع خاص من المنقطع فكل معضل منقطع وليس كل منقطع معضلاً وقوم يسمونه مراسلاً كما سبق۔

(مقدمہ ابن صلاح)

(ترجمہ) اور معطل منقطع کی خاص قسم کا نام ہے گویا ہر معطل منقطع ہے لیکن ہر منقطع معطل نہیں اور جیسے کہا جا چکا ہے کہ کچھ لوگ اسے مرسل بھی کہتے ہیں۔

حدیث معطل اور معلق کے مابین نسبت :

حدیث معطل اور معلق کے مابین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ ان میں ایک مادہ اتفاق اور دو مادہ افتراق پائے جاتے ہیں۔

(۱) مادہ اتفاق : جب سند کی ابتداء میں مسلسل اور لگاتار دو راوی محذوف ہوں تو یہ حدیث بیک وقت معطل بھی ہے اور معلق بھی۔

(۲) مادہ افتراق [۱] : جب سند کے درمیان سے لگاتار دو راوی محذوف ہوں تو وہ معطل ہے معلق نہیں۔

(۳) مادہ افتراق [۲] : جب سند کے شروع سے صرف ایک راوی محذوف ہو تو وہ معلق ہے اور معطل نہیں۔

حدیث منقطع :

لفوی تعریف : مُنْقَطِعٌ قُطِعَ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کسی ایک شے کو دوسری شے سے الگ کرنا۔

اصطلاحی تعریف : یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی وجہ سے انقطاع پایا جائے یعنی عدم اتصال کی بنا پر حدیث کو منقطع قرار دیا جائے اس کا اطلاق اکثر اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے۔ حافظ ابن صلاح منقطع کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنها ان المنقطع مثل المرسل و كلاهما شاملان لكل ما لا يتصل اسنادہ و هذا المذهب اقرب صار اليه طوائف من الفقهاء وغيرهم وهو الذي ذكره الحافظ ابو بكر في كفايته.

(مقدمہ ابن صلاح النوع العاشر مقدمة المنقطع ص ۳۱)

(ترجمہ) منقطع مرسل کی طرح ہے اور دونوں لفظ ہر اس حدیث کے لئے استعمال ہوتے ہیں جس کی سند متصل نہیں یہی صحیح مذہب ہے جسے فقہاء کے بعض گروہوں نے استعمال کیا

ہے اور حافظ ابو بکر خطیب نے الکفایہ میں بیان کیا ہے۔

امام حاکم اسی سلسلے میں لکھتے ہیں۔ وهو غیر المرسل وقل یوجد فی الحفاظ ما یمیز بینہما۔ (معرفة علوم الحدیث ص ۲۷)

(ترجمہ) منقطع مرسل سے مختلف ہے اور حفاظ حدیث میں ایسے لوگ کم پائے جاتے ہیں جو ان دونوں کے درمیان امتیاز کرتے ہیں۔

امام حاکم فرماتے ہیں کہ منقطع کی معرفت گہری بصیرت کی تقاضی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو منقطع کے سلسلے میں ہمارے بیان پر غور کرے گا اسے یقینی علم ہوگا کہ یہ ایک ایسا دقیق علم ہے جسے صرف وہی حاصل کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہو اور سیکھنے کی طلب رکھتا ہو۔ (معرفة علوم الحدیث ص ۲۸)

حافظ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقطع کی تعریف بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: راوی کا سقوط کبھی اس قدر واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور کبھی ایسا پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کا علم صرف ان حفاظ حدیث ہی کو ہو سکتا ہے جو طرق حدیث اور اسانید و علل سے خوب واقف ہوں واضح سقوط کا ادراک راوی اور مروی عنہ کے مابین عدم ملاقات کی معرفت پر ہے مثلاً، راوی، مروی عنہ کا معاصر نہ ہو اور اگر معاصر ہو تو دونوں میں ملاقات ثابت نہ ہو اور اسے اجازت و وجادت حاصل نہ ہو ان امور کا تعلق تاریخ سے ہے بلاشبہ راویوں کی پیدائش، وفات، تحصیل علم کا زمانہ، طلب حدیث کے لئے مختلف سفر وغیرہ کا تذکرہ کتب تاریخ ہی میں ہوتا ہے اس لئے محدثین کے نزدیک علم تاریخ بنیادی اہمیت کا حامل ہے اس علم کے ذریعے کئی رواۃ کے روایت عن الشیوخ کے دعوے غلط ثابت ہو چکے ہیں۔

(شرح نزہة النظر مع نخبۃ الفکر ص ۶۵)

مثال: حدثنا شجاع بن مخلد حدثنا ہشیم اخبرنا یونس بن عبید عن الحسن ان عمر الخطاب جمع الناس علی ابی ابن کعب فکان یصلی لہم عشرين لیلة ولا یقنت بہم الا فی النصف الباقي فاذا کانت العشر الا و اخر تخلف فصلی فی بیتہ فکانوا یقولون ابق ابی۔

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب القنوت الفصل الثالث ص ۱۱۴)

(ترجمہ) شجاع بن مخلد ہشیم سے بیان کرتے ہیں کہ یونس بن عبید نے حسن سے روایت

کرتے ہوئے کہا کہ عمر بن خطاب نے لوگوں کو ابی بن کعب کی امامت پر جمع کیا وہ لوگوں کو بیس راتوں تک نماز پڑھاتے رہے اور قنوت صرف آخری نصف میں کرتے جب آخری عشرہ آیا تو گھر پہ نماز پڑھی لوگ کہتے تھے کہ ابی چلے گئے۔

یہ منقطع الاسناد ہے کیونکہ حسن بصری ۲۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۳ ہجری کو وصال فرمایا۔

مدلس:

لغوی تعریف: مُدَلِّس، تَدْلِیس سے اسم مفعول کا صیغہ ہے لغت میں تدلیس کہتے ہیں سامان کے عیب کو خریدار سے پوشیدہ رکھنا یا تدلیس دَلْس سے مشتق ہے دَلْس کے معنی اندھیرے میں خلط ملط ہونے کے ہیں چونکہ مدلس (تدلیس کرنے والا) حدیث کے معاملہ کو تار یک رکھتا ہے اس لئے اس کو مُدَلِّس کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سمى بذلك لا شتر اكهما في الخفاء ويرد المدلس من صيغ الاداء
يحتمل وقوع اللقي بين المدلس و من اسند عنه كمن و كذا قال و متي
وقع بصيغة صريحة لا تجوز فيها كان كذبا . (نزهة النظر مع شرحه لملا على
قاری ص ۴۰۸، ۴۱۹ و شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۶۶)

تدلیس کی قسمیں: تدلیس کی دو بڑی اور بنیادی قسمیں یہ ہیں۔

(۱) تدلیس الاسناد (۲) تدلیس الشیوخ

(۱) **تدلیس الاسناد:** تدلیس الاسناد یہ ہے کہ راوی اپنے معاصر سے کوئی حدیث سنے یا کسی شیخ سے چند حدیثیں سننے کے بعد اس کا نام چھوڑ کر اوپر کے شیخ سے روایت کرے اور تعبیر ایسے الفاظ سے کرے جس سے یہ معلوم ہو رہا ہو کہ اس نے اس سے سنا ہے جس کا نام لے رہا ہے حالانکہ اس سے سماع نہیں ہے۔

(۲) **تدلیس الشیوخ:** یہ تدلیس کی دوسری قسم ہے اس میں راوی اپنے شیخ کا ایسا نام صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے جو غیر معروف ہے علامہ جلال الدین سیوطی شافعی تدریب الراوی میں اس کی تعریف یوں لکھتے ہیں۔

ان یسمی شیخہ اویکنیہ اویلقبہ او یصفہ بما لا یعرف .

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النوای ص ۱۳۸)

(ترجمہ) یعنی اپنے شیخ سے نقل کرے مگر اس کا ایسا نام ایسی کنیت یا ایسا لقب و صفت ذکر کرے جس سے وہ مشہور اور متعارف نہیں۔

تدلیس التسویہ : تدلیس التسویہ یہ ہے کہ راوی ضعیف واسطے کو ساقط کر کے اتصال کا تاثر دے اور اس کے بجائے یہ ظاہر کرے کہ حدیث ثقات سے مروی ہے تاکہ اسے صحیح اور مقبول قرار دیا جائے یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں شدید ترین دھوکہ پایا جاتا ہے ولید بن مسلم اس قسم کی تدلیس میں مشہور تھا چنانچہ اوزاعی کے ضعیف شیوخ کو حذف کر کے صرف ثقات کا نام ذکر کرتا تھا جب اس ضمن میں ولید سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا اوزاعی کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ ایسے ضعیف راویوں سے حدیث روایت کریں۔ پھر ولید سے کہا گیا کہ جب اوزاعی ان ضعیف راویوں سے روایتیں نقل کریں اور آپ ان کو حذف کر کے اس کی جگہ ثقہ راویوں کے نام ذکر کریں تو پھر اوزاعی کو ضعیف راوی قرار دینا چاہیے ولید یہ سن کر خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

حافظ ابن الصلاح تدلیس الشیوخ کے بارے میں مقدمہ ابن صلاح میں لکھتے ہیں۔

تدلیس الشیوخ وهو ان یروی عن شیخ حدیثا سمعه منه فیسمیہ اویکنیہ اوینسبہ او یصفہ بما لا یعرف بہ کی لا یعرف۔

(مقدمة ابن الصلاح النوع الثانی عشر معرفة التدلیس و حکم المدلس ص)

(ترجمہ) تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ وہ ایک شیخ سے ایسی حدیث بیان کرے جسے اس نے شیخ سے سنا پھر وہ اس کا ایسا نام یا کنیت یا نسبت یا وصف بیان کرے جس سے وہ معروف نہیں تاکہ اس شیخ کو پہچانا نہ جاسکے۔

تدلیس الشیوخ کی مثال : ابوبکر بن مجاہد نے روایت کرتے ہوئے کہا حدثنا

عبد اللہ بن ابی عبد اللہ اور اس سے ان کی مراد ابوبکر بن ابی داؤد جستانی ہیں۔

تدلیس شیوخ کا حکم : تدلیس الشیوخ تدلیس الاسناد کی نسبت ہلکی اور خفیف ہے کیونکہ اس میں مدلس کسی کو ساقط نہیں کرتا بلکہ اس میں راوی اس کی اسناد کو مشکل بناتا اور پہچان کے راستے کو دشوار کر دیتا ہے۔

مرسل خفی:

تعریف: یہ وہ حدیث ہے جو راوی کے ایسے معاصر شیخ سے صادر ہوئی ہو جس سے راوی کی ملاقات نہ ہوئی ہو۔ اس کے باوجود راوی اپنے شیخ کو حذف کر کے اپنے ہم عصر شیخ سے روایت کرتا ہے۔ چونکہ یہ ارسال کبھی کبھی ماہرین سے بھی پوشیدہ رہ جاتا ہے اس لئے اس کو خفی کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

المرسل الخفی اذا صدر من معاصر لم یلق من حدث عنه بل بینہ و بینہ واسطۃ. (شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر صص ۶۶)

(ترجمہ) مرسل خفی وہ روایت ہے جس کا راوی اپنے ہم عصر سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک اور راوی موجود ہو۔ مرسل خفی منقطع کی ایک قسم ہے لیکن اس میں انقطاع خفی ہوتا ہے چونکہ راوی معاصر ہوتے ہیں اس لئے اتصال سند کا گمان ہوتا ہے اس کی مثال یہ حدیث مبارکہ

حدثنا ابراهيم بن عبد الله الهروي حدثنا هشيم حدثنا يونس بن عبيد عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله مطل الغنى ظلم واذا اتبع احدكم على ملي فليتبعه ولا تبع بيعتين في بيعة. (ترمذی کتاب البیوع باب مطل الغناء ظلم ج ۱ ص ۳۷۷)

(ترجمہ) ابراہیم بن عبد اللہ اللہری ہشیم سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یونس بن عبید نے نافع سے بیان کیا اور نافع ابن عمر کے ذریعے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مالدار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں سستی کرنا ظلم ہے اور جب مالدار کے ذمہ آئے اس کا پیچھا کرو اور ایک فروخت میں دو سودے نہ کرو۔

یہ اسناد بظاہر متصل ہے کیونکہ یونس بن عبید نے نافع کا زمانہ پایا لیکن نقاد حدیث کا کہنا ہے کہ یونس بن عبید کا نافع سے سماع ثابت نہیں۔

مرسل خفی کی پہچان کی صورتیں:

(۱) راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت نہ ہو اسے یا تو بعض آئمہ حدیث نے واضح کیا ہو یا راویوں کے احوال کی جستجو سے یہ امر واضح ہو جائے۔

(۲) راوی کا مروی عنہ سے عدم سماع مطلقاً ثابت اور معروف ہو اور ایسا کسی محدث کی تصریح یا اس طرح کے کسی اور سبب سے پتہ چل سکتا ہے۔

(۳) راوی کا زیر بحث حدیث کا سماع ثابت نہ ہوا اگرچہ اس نے اور روایات مروی عنہ سے سنی ہوں اور اس کی تصریح خود محدث نے یا خود راوی نے کی ہو۔

مدلس اور مرسل خفی میں فرق :

(۱) مدلس اور مرسل خفی میں فرق یہ ہے کہ مدلس میں ایسے شیخ کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے جس سے ملاقات تو ہوتی ہے مگر اس سے مطلق سماع نہیں ہوتا یا روایت کردہ حدیث کا سماع نہیں ہوتا اور مرسل خفی میں ایسے شیخ کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے جس سے صرف معاشرت ہوتی ہے اس سے ملاقات نہیں ہوتی۔

حدیثا معنعن ومؤان :

معنعن کی تعریف : حدیث معنعن وہ روایت جس میں راوی عن فلان عن فلان کے الفاظ سے روایت کرے۔

حدیث معنعن کے بارے میں علمائے حدیث کا اختلاف ہے کچھ کا قول یہ ہے کہ یہ منقطع کی انواع میں سے ہے جبکہ دوسرا صحیح قول یہ ہے جس پر تمام محدثین اور فقہاء متفق ہیں کہ یہ حدیث چند شرائط کے ساتھ متصل ہے۔

(۱) عنعنہ کا راوی مدلس نہ ہو۔

(۲) راوی اور مروی عنہ کے درمیان لقاء کا امکان ہو یعنی معاشرت ہو۔ ان دو شرطوں پر جمہور محدثین متفق ہیں بعض آئمہ محدثین نے مزید شرائط عائد کی ہیں۔

(۱) امام بخاری اور علی بن مدینی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔

(۲) ابوالمنظف سمعانی کا قول یہ ہے کہ لمبا عرصہ صحبت ثابت ہو یعنی اس کے ساتھ طویل عرصہ گزارا ہو۔

(۳) ابوعمر الدانی کا قول یہ ہے کہ راوی مروی عنہ سے روایت کرنے میں معروف ہو۔

حدیث معنعن یوں تو صحیحین میں بکثرت پائی جاتی ہیں مگر صحیح مسلم میں ان کی اکثریت ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ امام مسلم راوی اور مروی عنہ کی ملاقات کو ضروری نہیں سمجھتے اور صرف

معاصرت کو کافی قرار دیتے ہیں اور ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جو لقاء کی شرط کو ضروری قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ شرط عائد کرنے والوں میں امام بخاری اور علی بن مدینی اور دیگر علماء و محدثین کے نام شامل ہیں۔

حافظ ابن الصلاح علوم الحدیث میں فرماتے ہیں امام مسلم کا قول محل نظر ہے کہا گیا ہے کہ امام مسلم نے جس نظریہ کی تردید کی ہے اس کی حمایت کرنے والوں میں امام بخاری اور علی بن مدینی جیسے اکابر محدثین شامل ہیں۔

حدیث مؤنن:

تعریف: (حدیث مؤنن) وہ ہے جس کی سند میں حدثنا فلان ان فلان کے الفاظ ہوں امام مالک اور امام احمد کے نزدیک یہ حدیث منقطع ہے اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث معتن کی شرائط کے ساتھ متصل کے حکم میں ہے۔

روایت مردودہ بسبب طعن راوی:

کسی روایت کے مردود ہونے کے دو سبب ہیں (۱) سقوط راوی (۲) راوی میں طعن
سقوط راوی کا بیان گزر چکا اب راوی میں طعن کا بیان کیا جاتا ہے راوی میں طعن سے مراد یہ ہے کہ کسی نے راوی پر جرح کی ہو یعنی اس کی عدالت اور ضبط پر گفتگو کی ہو اسباب طعن دس ہیں پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔

اسباب طعن متعلق عدالت:

(۱) جھوٹ (۲) جھوٹ کی تہمت (۳) فسق (۴) بدعت (۵) جہالت

اسباب طعن متعلق ضبط:

(۱) فحش غلطی کرنا (۲) غفلت کی کثرت (۳) وہم (۴) ثقات کی مخالفت (۵) سوء حفظ

روایت موضوع:

لغوی تعریف: موضوع و ضَع سے باخوذ ہے جس کے معنی گرانے اور پھینکنے کے ہیں۔ موضوع روایت کو اس لئے موضوع کہتے ہیں کہ یہ اپنے رتبے سے گر جاتی ہے اور پستیوں میں چلی جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر النکت میں لکھتے ہیں۔ جہاں تک لغوی معنی کا تعلق ہے تو ابوالخطاب ابن وصیہ کا کہنا ہے کہ موضوع کے معنی غلط طور پر منسوب بات ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں شخص نے

دوسرے پر وضع کیا یعنی اس کے ذمہ ایسی بات لگائی جو اس نے نہیں کہی۔ اس کے معنی پھینکنا اور گرانا بھی ہے لیکن دوسرے معنی زیادہ مناسب ہیں۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن الصلاح موضوع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں
هو المختلق المصنوع . (مقدمہ ابن الصلاح النوع الحاوی العشرون ص ۵۷ علوم الحديث)

(ترجمہ) وہ گھڑی ہوئی بنائی ہوئی روایت ہے۔

ملا علی قاری شرح نخبة الفكر میں لکھتے ہیں۔

الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب الراوي.

(شرح نخبة الفكر لملا علی قاری ص ۷۳)

(ترجمہ) موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو۔

روایت کا موضوع ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے:

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علی اس بارے میں لکھتے ہیں۔

غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا اجماعی قطعی قطعیات الدلالة (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تو اتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستند الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکبک و تخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور ارحم الراحمین ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔
(۱۲) یا ناقابل رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سید ہم و علیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث۔

لحمک لحمی و دمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)
قول انصافیوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں ”کمانص علیہ الحافظ ابو یعلیٰ والحافظ الخلیلی فی الارشاد“ (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں۔ کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنة احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرائین حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب و غیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ آئمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صد ہا سال سے معدوم ہے۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعویٰ سماع روایت کرے، پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔ یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوانہ ملیں۔ ولو بسطنا المقال علی کل صورة لطال الکلام و تقاصی المرام . ولسنا هنا لک بصد د ذلک (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دور ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ قدیم۔۔۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین، جدید جلد ۵

(ص ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب سے لگایا جاتا ہے اور قطعیت کے ساتھ کسی حدیث کو موضوع نہیں کہا جاتا کیونکہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچی بات کہتا ہے۔ لیکن علمائے حدیث کو ایسا قوی ملکہ حاصل ہوتا ہے جس کیساتھ وہ حدیث موضوع کو غیر موضوع سے متمیز کر لیتے ہیں اور یہ ملکہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو علم حدیث کی کامل اطلاع ہو۔ اس کا ذہن روشن ہو اور اس کا فہم قوی ہو اور وہ حدیث موضوع کے قرآن سے اس کی معرفت حاصل کرے اور کبھی حدیث کے وضع کا علم واضح کے اقرار سے ہو جاتا جیسے ابن دقیق العید نے کہا: لیکن یہ بات قطعی نہیں ہے کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اقرار میں بھی جھوٹا ہو اس قول سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ واضح کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا حالانکہ ابن دقیق کی یہ مراد نہیں ہے۔ انہوں نے تو صرف قطعیت کی نفی کی ہے اور کسی حدیث پر قطعیت کے ساتھ موضوع ہونے کا حکم نہ لگانے سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ اس پر ظن غالب سے بھی موضوع ہونے کا حکم نہ لگایا جائے اور یہاں معاملہ اسی طرح ہے اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو قاتل کے اقرار سے اس کو قتل کرنا اور زنا کے معترف کو رجم کرنا بھی جائز نہ ہوتا کیونکہ یہاں بھی یہ احتمال ہے کہ وہ دونوں اپنے اعتراف میں جھوٹے ہوں۔ (شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفکر ص ۷۰، ۶۹)

متروک:

ظن راوی کا دوسرا سبب اتہام کذب ہے اور راوی اگر متہم بالکذب ہو تو اس کی حدیث متروک ہوگی حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔

القسم الثانی من اقسام المردود وهو ما یكون بسبب تهمة الراوی بالكذب. (شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفکر ص ۷۳)

(ترجمہ) مردود کی دوسری قسم وہ حدیث ہے جو راوی میں کذب کی تہمت کی وجہ سے رد کی جاتی ہو اسے متروک کہتے ہیں حافظ ابن حجر کے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ حدیث صرف اس طریق پر مردی ہو اور قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔

(۲) اسی طرح اس شخص کی روایت بھی متروک ہوگی جو اپنے کلام میں کذب کے لئے معروف ہو لیکن حدیث نبوی میں اس کے جھوٹ کا واضح ہونا ظاہر نہ ہو۔

منکر:

منکر کی تعریف کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں:

فمن فحش غلطہ او کثرت غفلتہ او ظہر فسقہ فحدیثہ منکر.

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۷۳)

(ترجمہ) اگر راوی فحش غلطی یا کثرت غفلت کا مرتکب ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو جائے تو اس کی حدیث منکر ہوگی۔

منکر اور شاذ کا فرق: دونوں میں من وجہ کی نسبت ہے۔ مخالفت دونوں میں شرط ہے فرق یہ ہے کہ شاذ کا راوی مقبول ہوتا ہے اور منکر کا راوی ضعیف۔ حافظ ابن صلاح منکر و شاذ میں فرق نہیں کرتے اور دونوں کو مترادف قرار دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ جلال الدین سیوطی اور دیگر محدثین حافظ ابن صلاح سے اختلاف کرتے ہیں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ”جس نے منکر و شاذ دونوں کو ایک سمجھا اس نے غفلت کا ثبوت دیا۔“

حدیث معلل:

لغوی تعریف: والمعلل لغة ما فيه علة .

(نزہۃ النظر مع شرح نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) معلل کے لغوی معنی اس چیز کے ہیں جس میں بیماری ہو۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں: ان اطلع علی الوهم بالقرائن الدالة علی وهم راویہ من وصل مرسل او منقطع او ادخال حدیث فی حدیث او نحو ذلک من الاشیاء القادحة و تحصل معرفة ذلک بکثرة التبع و جمع الطرق فهذا هو المعلل.

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۷۴، ۷۳)

(ترجمہ) اگر قرائن سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرار دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اس قسم کے اوہام (مثلاً موصول کو مرسل قرار دینا یا موقوف کو مرفوع قرار دینا) جو حدیث میں طعن کا موجب ہیں تو یہ حدیث معلل ہے۔ اور اسکی معرفت تب ہوتی ہے جب اس حدیث کی تمام سندوں پر عبور حاصل کر لیا جائے۔

حدیث کی علت معلوم کرنے کے لئے فہم دقیق، وسعت علم اور مضبوط قوت حافظہ کی ضرورت ہے اس لئے کہ یہ علت ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا پتہ بسا اوقات علوم حدیث میں مہارت رکھنے والوں کو بھی نہیں چلتا۔

حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ یہ حدیث کے نہایت دقیق اور مشکل علوم میں سے ہے۔ علت کی پہچان میں صرف وہی شخص ماہر ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے روشن دماغی، قوت حافظہ و مراتب رواۃ کی پہچان اور اسانید اور متون میں مہارت تامہ سے نوازا ہو۔

(شرح نزہۃ النظر مع نحبۃ الفکر ص ۷۵)

حدیث معلل کی معرفت : بعض اوقات القاء ربانی اور شرح صدر کی بنا پر بھی حدیث کی کسی خفیہ علت کا پتہ چل جاتا ہے حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معلل کی عبارت اس کے دعویٰ پر دلیل قائم کرنے سے قاصر ہوتی ہے جیسے صراف درہم و دینار کی پرکھ میں کھوٹ کو پہچانتا ہے لیکن نشاندہی نہیں کر سکتا۔

(شرح نزہۃ النظر مع نحبۃ الفکر ص ۷۵)

علامہ جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں لکھتے ہیں کہ جب عبدالرحمن بن مہدی سے کہا گیا کہ آپ کسی حدیث کو صحیح اور کسی کو ضعیف ٹھہراتے ہیں آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا اگر تم کسی صراف کو اپنے درہم و دینار دکھاؤ اور وہ کہے یہ کھرے ہیں یہ کھوٹے ہیں تو آیا تم اس کی بات تسلیم کرو گے یا اس کی دلیل طلب کرو گے؟ سائل نے کہا میں اس کی بات مان لوں گا۔ عبدالرحمن نے کہا تو حدیث کا معاملہ بھی اس طرز کا ہے کیونکہ اس میں طویل صحبت مناظرہ و طویل علمی نشستوں اور مہارت کی ضرورت ہے۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۱۶۴، ۱۶۵)

اس طرح امام حاکم معرفۃ علوم الحدیث اور امام سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ ”عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ حدیث کی ایک پہچان الہام ہے اگر تم علل حدیث کے عالم سے کہو کہ فلاں حدیث کے معلل ہونے کی کیا وجہ ہے تو وہ اس کا جواب نہ دے سکے گا۔
مخالفت ثقات : طعن راوی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے اس مخالفت کی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت میں اسے ایک الگ نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ محدثین نے ہر ایک قسم کو تفصیلاً بیان کیا ہے ہم یہاں مختصر بیان کریں گے۔

مخالفت کی اقسام : مخالفت ثقات کی چھ قسمیں ہیں :

(۱) مدرج (۲) مقلوب (۳) مزید فی متصل الاسانید (۴) مضطرب (۵) مصحف و محرف
مدرج :

لغوی تعریف : مُدْرَج اَدْرَج سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ملانے اور شامل کرنے کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف : جس حدیث کی سند یا متن میں ایسے اضافے کا پتہ چلے جو دراصل اس میں سے نہ ہو وہ حدیث مدرج ہے۔

مدرج کی اقسام : محدثین کے مطابق مدرج کا تعلق سند سے ہو گا یا متن سے اس لحاظ سے مدرج کی دو قسمیں ہیں (۱) مدرج الاسناد (۲) مدرج المتن

مدرج الاسناد : اگر سند میں ایسا تغیر واقع ہو جس کی وجہ سے ثقہ راوی کی مخالفت ہو تو وہ روایت مدرج الاسناد کہلائے گی حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں :

ان كانت واقعة بسبب تغير السياق ای سياق الاسناد فالواقع فيه ذلك التغير هو مدرج الاسناد . (شرح نزہۃ النظر مع نوبة الفكر ص ۷۶)
(ترجمہ) اگر مخالفت ثقات اسناد کے سياق کو تبدیل کرنے سے واقع ہوئی تو یہ تبدیلی مدرج الاسناد کہلائے گی۔

مدرج الاسناد کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں

(۱) ایک راوی متعدد مشائخ سے ایک حدیث مختلف سندوں سے سنے پھر ان تمام سندوں کو ملا کر ایک سند بنا کر حدیث روایت کرے۔

(۲) ایک راوی ایک حدیث کسی سند سے بیان کرے لیکن متن کا کچھ حصہ کسی دوسری سند سے روایت کرے پھر اس راوی سے پوری حدیث کوئی ایک ہی سند سے بیان کر دے۔

(۳) ایک راوی اپنے شیخ سے ایک حدیث سنے اور اسی حدیث کے بعض حصے کو شیخ کے شیخ سے بلواسطہ سنے اور یہ راوی پوری روایت کو شیخ الشیخ سے روایت کرے اور واسطے کو حذف کر دے۔

(۴) شیخ کوئی سند بیان کرے پھر اس کا متن بیان کرنے سے پہلے خود اپنی طرف سے کوئی بات بیان کرے اور شاگرد غلط فہمی میں اسے متن کا حصہ سمجھے اور اسی طرح روایت کر دے۔

(شرح نزہۃ النظر مع نحبۃ الفکر ص ۷۵)

مدرج المتن: حافظ ابن حجر عسقلانی نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ متن حدیث میں ایسا کلام واقع ہو جو اصل میں اسکا حصہ نہ ہو۔ یہ ادراج کبھی حدیث کی ابتداء میں کبھی درمیان میں اور کبھی آخر میں واقع ہوتا ہے اور زیادہ تر آخر میں ہوتا ہے۔ اسلئے کہ وہ ایک جملہ پر جملہ کے عطف کے ذریعے واقع ہوتا ہے یا صحابہ و تابعین کے موقوف کلام کو بنی کریم ﷺ کے کلام کے ساتھ بلا فصل ملانے کا طریقہ اختیار کیا ہو تو یہ مدرج المتن ہے۔

مدرج کی معرفت: ادراج کی معرفت مندرجہ ذیل وجہ سے ہو سکتی ہے۔

(۱) ایسی حدیث کا موجود ہونا جو ادراج سے محفوظ ہو اور اس سے واضح ہو جائے کہ اصل الفاظ یہ ہیں اور مدرج کلام یہ ہے۔

(۲) راوی کی تصریح سے پتہ چل جائے کہ حدیث میں فلاں کلام کا ادراج ہے۔

(۳) کوئی بڑا محدث ادراج کی نشاندہی کرے۔

(۴) حدیث کے سیاق سے ادراج کا پتہ چلے۔

(۵) حضور اکرم ﷺ سے اس قسم کا کلام صادر ہونا ناممکن ہو۔

مقلوب:

لغوی تعریف: مَقْلُوب قُلْبٌ کا اسم مفعول ہے اور اس کے معنی ہیں کسی شے کو الٹا کرنا یعنی رخ سے پلٹ دینا۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاح میں حدیث مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند یا متن میں الٹ پھیر یعنی تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ ان كانت المخالفة بتقديم او

تاخیر ای فی الاسماء کمرة بن کعب و کعب بن مرة لان اسم احدهما

اسم ابی الاخر فهذا هو المقلوب: (شرح نزہۃ النظر مع نحبۃ الفکر ص ۸۰)

(ترجمہ) اگر مخالفت تقدیم و تاخیر یعنی اسماء میں ہو جیسے مرہ بن کعب کو کعب بن مرہ کہنا۔

کیونکہ ان میں سے ایک کا نام دوسرے کے باپ کا ہے یہ مقلوب ہے۔

لیکن یہ تعریف مقلوب السند پر صادق آتی ہے جب کہ کبھی کبھار متن میں بھی تقدیم و تاخیر

ہوتی ہے اس لحاظ سے مقلوب کی دو قسمیں ہیں

(۱) مقلوب السند (۲) مقلوب المتن

مقلوب کی جامع تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ وہ حدیث جس میں راوی نے سند یا متن میں بھول کر یا جان بوجھ کر تبدیلی کر دی ہو۔

مقلوب السند : اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ایک تو وہ جو مندرجہ بالا مضمون میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی یعنی کہ ایک راوی کے نام اور اس کے باپ کے نام میں تقدیم و تاخیر کر دی ہو جیسے ایک حدیث مروی ہو کعب بن مرہ سے اور اس کو روایت کرنے والا اس طرح روایت کرے عن مرقہ بن کعب (۲) راوی ایک شخص کو دوسرے سے بدل دے تاکہ وہ اجنبی ہو جائے اور کوئی معلوم نہ کر سکے جیسے ایک مشہور حدیث مروی ہو سالم سے لیکن راوی اسے نافع سے بیان کرے۔

مقلوب المتن : وہ حدیث جس کے متن میں تقدیم و تاخیر واقع ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

(۱) راوی متن حدیث کے کسی حصے میں تقدیم و تاخیر کر دے۔

(۲) راوی ایک حدیث کے متن کو کسی دوسری سند کے ساتھ لگا دے اور اس کی سند کو کسی اور متن کے ساتھ ملا دے۔ یہ امتحان لینے یا اس جیسے کسی مقصد کے لئے کیا جاتا ہے۔

اس بارے میں امام بخاری کا مشہور واقعہ علامہ شریف الحق امجدی نزہۃ القاری میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ جب امام بخاری بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے ان کے حافظے و وسعت علم کا امتحان لینا چاہا۔ اس کے لئے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں رد و بدل کر کے انہیں جانچا جائے چنانچہ سوا حدیث میں سے ہر ایک کے متن کو دوسری کی سند کے ساتھ اور دوسری کی سند کو اس کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دس آدمی سوال کرنے کے لئے منتخب ہوئے۔ ایک ایک شخص کو دس حدیثیں دی گئیں، ایک تاریخ مقرر ہوئی، اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مجلس عام میں تشریف لائے اور ہزار ہا ہزار محدثین، فقہاء، عوام و خواص شریک ہوئے۔ جب مجمع پر سکون ہو گیا تو حسب قرار داد ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ایک ایک کر کے اپنی دسوں حدیثوں کو پڑھا۔ ہر حدیث کے سننے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے تھے میں اسے نہیں پہچانتا۔ اس طرح دسوں آدمیوں نے باری باری کھڑے ہو کر اپنے اپنے سوال کو دہرایا۔ سب کا جواب یہ تھا کہ

میں اسے نہیں جانتا۔ اس پر بے علم خوش ہوئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ واقعی ان احادیث کو نہیں جانتے مگر اہل علم جان گئے کہ معاملہ کیا ہے۔ جب دسوں آدمی بیٹھ گئے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے شخص سے فرمایا۔ آپ نے جو پہلی حدیث پڑھی تھی۔ وہ اس طرح نہیں۔ صحیح یوں ہے اس متن کی سند یہ ہے، جس ترتیب سے اس نے پیش کی تھی اسی ترتیب سے ہر ایک کی تصحیح کرتے گئے۔ یہاں تک کہ دسوں آدمیوں کی بیان کردہ سوا احادیث پر اسی ترتیب سے کلام فرمایا۔ جس ترتیب سے ان لوگوں نے سوال کیا تھا۔ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہوئے تو تمام مجلس سے تحسین و آفریں کا شوراٹھا اور حاضرین نے امام بخاری کے خداداد فضل و کمال کا لوہا مان لیا اسی موقع پر کسی زندہ دل نے کہا ہذا کبش نطاح۔ یعنی یہ زبردست سینگ مارنے والا مینڈھا ہے۔

(مقدمہ نزہۃ القاری شرح بخاری ج ۱ ص ۵۴، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۵، شرح نخبة الفكر لملا علی قاری ص ۴۷۶، ۴۸۷، طبقات الكبرى الشافعية ج ۲ ص ۶)

حدیث مقلوب کی پہچان کے لئے وسعت علم اور روایات و اسانید میں مہارت تامہ کی ضرورت ہے حدیث مقلوب میں راویوں کے قلب کی وجہ مختلف ہے اسی لحاظ سے اس کا حکم بھی مختلف ہے۔

(۱) **قصدا لا غراب** : اگر قلب کا مقصد یہ ہو کہ حدیث کو عجیب و غریب اور اجنبیت کے انداز میں بیان کرنا ہے یعنی حدیث کو نیا رنگ دینا چاہے تو جاننا چاہیے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے۔

(۲) **قصدا لامتحان** : اگر قلب کا مقصد یہ ہو کہ کسی محدث کا امتحان لیا جائے تاکہ لوگوں پر اس کی عظمت ظاہر ہو جائے تو یہ جائز ہے لیکن اگر کسی محدث کا امتحان لینے کا مقصد یہ ہو کہ وہ عوام کے سامنے شرمندہ ہو جائے تو اس صورت میں قلب کرنا ناجائز ہوگا۔

(۳) **وقوع فی الخطاء** : اگر قلب بغیر قصد و ارادے کے غلطی سے واقع ہو جائے تو اپنی غلطی میں ایسا کرنے والے کو معذور سمجھا جائے گا لیکن اگر اس طرح کا قلب راوی سے بکثرت پایا جائے تو راوی ضعیف ہو جائے گا۔

المزید فی متصل الاسانید: حافظ ابن حجر اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ و ان كانت المخالفة بزيادة راو فی اثناء الاسناد.

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۸۰)

(ترجمہ) اگر مخالفت یوں ہو کہ اثناے اسناد میں کوئی راوی زیادہ کر دیا گیا ہو۔

اس کی مثال میں ملا علی قاری شرح نخبة الفكر میں لکھتے ہیں۔

ما روی عن ابن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبد الرحمن بن یزید قال حدثنی بسر بن عبید اللہ قال سمعت ابا ادريس يقول سمعت واثلة بن الاسقع يقول سمعت ابا مرثد الغنوی يقول سمعت رسول اللہ ﷺ يقول لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا.

(شرح نخبة الفكر لملا علی قاری ص ۷۹)

(ترجمہ) عبد اللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ وہ کہتے کہ ہم سے سفیان نے عبد الرحمن بن یزید سے روایت کیا وہ کہتے کہ مجھ سے بسر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ انہوں نے ابو ادريس کو کہتے سنا کہ میں نے واثلة کو کہتے سنا کہ انہوں نے ابو مرثد کو کہتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

اس حدیث میں دو جگہ زیادتی کی گئی ہے۔ پہلی جگہ میں لفظ سفیان ہے اور دوسری جگہ میں لفظ ابو ادريس ہے اور زیادتی کا سبب وہم ہے۔ لفظ سفیان کو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ ابن المبارک سے سننے والے کا وہم ہے۔ کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ابن المبارک سے عبد الرحمن بن یزید کے حوالے سے روایت کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ابن المبارک نے عبد الرحمن بن یزید سے سنا ہے۔ لہذا متعین ہو گیا کہ درمیان میں سفیان کا لفظ زائد ہے اور لفظ ابو ادريس کی زیادتی یہ ابن المبارک کا وہم ہے۔ کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو عبد الرحمن بن یزید سے روایت کیا ہے اور ابو ادريس کا ذکر نہیں کیا اور بعض ثقہ راویوں نے یہ تصریح کی ہے کہ بسر بن عبید اللہ نے واثلة سے سمع کیا ہے پس ظاہر ہو گیا کہ درمیان میں ابو ادريس کا ذکر زائد ہے۔ اس کا منشاء وہم یہ ہے کہ ابو حاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ اکثر بسر بن عبد اللہ، ابو ادريس سے روایت کرتے

ہیں۔ اس لئے ابن المبارک کو وہم ہوا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ بسر نے اس کو بھی
ابو اورئیس سے روایت کیا ہے حالانکہ یہاں بسر نے وائیکہ سے سماع کیا تھا۔

مضطرب:

لغوی تعریف: مُضْطَرِبٌ اِضْطَرَابٌ سے اسم فاعل ہے کہا جاتا ہے اِضْطَرِبَ
الْمَوْجُ یعنی موج ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہے۔ کسی پیر کا اضطراب اس کا حرکت میں آنا
ہے اور موائلہ مضطرب ہونے کے معنی اس میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔

ان كانت المسألة بأبداء الراوى ولا مرجح لا يحدى الروايتين على
الآخرى فهذا هو المضطرب. (شرح نزہۃ النظر مع نحدۃ الفکر ص ۱۸۱)

(ترجمہ) اگر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی بدل دیئے سے مخالفت نکلتی ہو اور دونوں
روایتوں میں سے کسی ایک کو ترجیح نہ دی جاسکے تو یہ حدیث مضطرب ہے۔

حافظ ابن الصلاح عنہم ان حدیث میں لکھتے ہیں۔ مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف سندوں
سے مروی ہو یا ان کی روایت مختلف ہو اور وہ سندیں مساوی قوت کی ہوں

(عنون الحدیث)

مضطرب کی اقسام: حدیث مضطرب کی دو اقسام ہیں (۱) مضطرب السند (۲)
مضطرب المتن

مضطرب السند: اگر اضطراب سند میں ہو تو یہ حدیث مضطرب السند کہلائے گی۔

حافظ ابن حجر نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ وهو يقع فى الاسناد غالباً وقد يقع فى

المتن لكن قل ان يحكم المحدث على الحديث باضطراب بالنسبة الى

الاختلاف فى المتن دون الاسناد. (شرح نزہۃ النظر مع نحدۃ الفکر ص ۸۱)

(ترجمہ) اور یہ اسناد میں اکثر واقع ہوتا ہے اور کبھی متن میں بھی ہوتا ہے لیکن ایسا کم ہوتا ہے

کہ محدث کسی حدیث کے بارے میں سند کو چھوڑ کر صرف متن پر اضطراب کا فیصلہ کرے۔

مضطرب السند کی مثال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف

منسوب حدیث چلی آرہی ہے۔ عن ابی بکر انه قال يا رسول الله اراك شہت

قال شيبتي هو دواخواتها .

(ترجمہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں یہ حدیث مضطرب ہے یہ صرف ابواسحاق کی سند سے مروی ہے اور ابو اسحاق پردس کے قریب وجوہات سے اختلاف کیا گیا ہے بعض نے اسے مرسل بیان کیا ہے بعض نے اسے موصول بیان کیا بعض نے اسے مسند ابی بکر بتایا بعض نے مسند سعد کا حوالہ دیا اور بعض نے مسند عائشہ میں شمار کیا اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اس لئے کسی روایت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔

جو شخص ایسی مختلف احادیث پر غور کرتا ہے بعض اوقات یہ سوچتا ہے کہ حدیث کے دس مختلف طرق سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث صحیح نہ ہو اس لئے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں ان کی صداقت وثقاہت اس حد تک ہم رنگ ہے کہ ان روایات میں ترجیح کا امکان نہیں یہ سوچ بظاہر صحیح نظر آتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ کسی حدیث پر عند التعارض جو حکم لگایا جاتا ہے وہ اس کو کئی درجات میں تقسیم کر دیتا ہے مثلاً وہ حدیث جس کے راوی کے شیوخ میں اختلاف نہ پایا جاتا ہو اس حدیث کی نسبت زیادہ قوت والی ہوگی جس میں یہ اختلاف پایا جائے گا۔ اس لئے سند میں اضطراب کو ضعف کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

مضطرب المتن:

اگر اضطراب متن میں ہو تو یہ حدیث مضطرب المتن کہلائے گی۔

مضطرب المتن کی مثال: عن فاطمة بنت قيس قالت سألت او سئل النبي ﷺ عن الزكوة فقال ان في المال لحقاً سوى الزكوة.

(ترمذی کتاب الزکوۃ باب ماجاء ان في المال حقاً سوى الزكاة ج ۱ ص ۲۶۰)

(ترجمہ) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے زکوۃ کے متعلق سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا مال میں زکوۃ کے علاوہ اور بھی حق ہیں۔

امام ترمذی نے اصل حدیث کو جس سند سے بیان کیا ابن ماجہ نے بھی اسی سند سے بیان کیا

لیکن اس میں الفاظ یہ ہیں۔ لیس فی المال حق سوی الزکوۃ۔
(ترجمہ) مال میں زکوۃ کے سوا اور کوئی حق نہیں ہے۔

مصحف و محرف:

لغوی تعریف: مُصْحَف تَصْحِيف سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں صحیفہ کو پڑھنے میں غلطی کرنا۔ مُحَرَّف تَحْرِيف سے ہے جس کے معنی تبدیلی کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔
ان كانت المخالفة الثقات بتغير حرف او حروف مع بقاء صورة الخط في السياق فان كان ذلك بالنسبة الى النقط فالمصحف وان كان بالنسبة الى الشكل فالمحرف۔ (شرح نزہۃ النظر مع نحبۃ الفكر ص ۸۲)

(ترجمہ) جس حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت کسی حرف یا حروف کے تغیر سے کی گئی اور لکھنے کی صورت باقی ہو اگر صرف نقطوں میں مخالفت کی ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

حافظ ابن الصلاح تصحیف کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں

(۱) تصحیف فی السند (۲) تصحیف فی المتن

تصحیف فی السند: تصحیف فی السند یہ ہے کہ سند کے راوی کے نام میں تبدیلی ہو جائے۔

مثال: اس کی مثال یہ حدیث ہے۔ شعبۃ عن العوام بن مراحم عن ابی عثمان البہدی عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ ﷺ لتؤذن الحقوق الى اهلها حتى يقاد لشاة الجلهاء من الشاة القرناء۔

(رواہ مسلم بسند آخر کتاب البر والصلة والادب باب تحريم الظلم ج ۲ ص ۳۲۰، مشکوٰۃ کتاب السلام باب الظلم ص ۴۳۵)

(ترجمہ) شعبہ عوام بن مراحم سے وہ ابو عثمان البہدی سے اور وہ عثمان بن عفان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مستحقین کو ان کے حقوق ضرور دیئے جائیں گے حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔

شعبہ کی اس حدیث میں جو عوام بن مراحم سے بیان کرتے ہیں۔ ابن معین نے اس میں

تصحیف کی ہے اسے ابن مزاحم بالزوا والحاء پڑھا۔

تصحیف فی المتن : تصحیف فی المتن یہ ہے کہ راوی متن میں تبدیلی کر دے۔

تصحیف کی مثال : اس کی مثال یہ حدیث ہے۔ ابن لہیہ عن کتاب موسیٰ

بن عقبہ الیہ باسنادہ عن زید بن ثابت ان رسول اللہ احتجر فی المسجد۔

(کتاب ص) (ترجمہ) ابن کھیمہ نے موسیٰ بن عقبہ کی کتاب نیز ان کی سند زید بن ثابت سے روایت کی

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں حجرہ بنایا۔

اس میں تصحیف کرتے ہوئے احتجم فی المسجد کہہ دیا گیا یعنی احتجر کی جگہ

احتجم کا لفظ بول دیا گیا۔ تصحیف کی ان دو بڑی قسموں کے علاوہ مزید قسمیں بھی ہیں۔ مثلاً

تصحیف البصر، تصحیف السمع وغیرہ۔

محرف کی مثال : اس کی مثال یہ حدیث ہے۔ عن جابر قال رمی ابی

یوم الاحزاب علی اکحله فکواه رسول اللہ ﷺ۔ (اخرجه مسلم کتاب

السلام باب لكل داء دواء ج ۲ ص ۲۲۵ و احمد ج ۳ ص ۳۶، النہایۃ

ج ۴ ص ۴ مشکوٰۃ کتاب الطب ص ۳۸۷)

(ترجمہ) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ آپ نے فرمایا جنگ احزاب میں ابی بن کعب کو

اکحل (بازو یا ہاتھ کی ایک رگ) پر تیر لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے داغا۔

غندر نامی راوی نے ابی کو ابی (میرا باپ) پڑھا حالانکہ جابر رضی اللہ عنہ کے والد اس سے

قبل غزوہ احد میں شہید ہو چکے تھے۔ (شرح نخبة الفكر لملا علی قاری ص ۴۹۰)

شاذ و محفوظ :

تعریف : حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ فان خولف با رجح منه لمزید ضبط او

کثرة عدد او غیر ذلک من وجوه الترجیحات فالراجع یقال له المحفوظ

و مقابله و هو المرجوح یقال له الشاذ۔

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ۴۹)

(ترجمہ) اگر اپنے سے زیادہ رائج کی مخالفت کی گئی اس حال میں کہ رائج میں ضبط کی زیادتی

ہو یا راویوں کی تعداد کثیر ہو یا وجوہ ترجیحات میں دیگر وجوہ (مثلاً راوی کا فقیہ، علوسند، یا اس

روایت کا اس کتاب میں ہونا جو امت کے نزدیک مقبول ہیں) تو ایسی صورت میں رائج کی روایت کو محفوظ اور اس کے مقابلے میں مرجوح کو شاذ کہا جائے گا۔

مثال : اس کی مثال یہ حدیث ہے جسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔
عن ابن عیینة عن عمرو بن دینار عن عوسجة عن ابن عباس أن رجلاً توفي على عهد رسول الله ﷺ ولم يدع وارثاً الا مولی هو اعتقه فاعطاه النبي ﷺ ميراثه.

(ترمذی کتاب الفرائض باب ما جاء فی الذی یموت ولیس له وارث ج ۱ ص ۴۷۵، ابن ماجہ ابواب الفرائض باب من لا وارث له ص ۱۹۷ مشکوٰۃ المصابیح باب الفرائض الفصل الثانی ص ۲۶۵)

(ترجمہ) ابن عیینہ عمرو بن دینار سے اور وہ بذریعہ عوسجہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے عہد میں فوت ہوا اور اس نے اپنے پیچھے آزاد کردہ غلام کے سوا کوئی وارث نہ چھوڑا تو نبی پاک ﷺ نے اس کی وراثت اس آزاد کردہ غلام کو دے دی۔
اختصار الحدیث:

تعریف : محدثین کی اصطلاح میں اختصار الحدیث یہ ہے کہ محدث حدیث کے صرف ایک حصے کو روایت کرے۔

اس کے بارے میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے اس کی اجازت نہیں دی اور اکثر حضرات نے اس کی اجازت دی ہے۔ امر محقق یہ ہے کہ اگر اختصار یعنی بعض حصے کی نقل سے معنی اور مراد مقصود میں خلل واقع نہ ہو تو اجازت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں: اما اختصار الحدیث فلا کثرون علی جواز بشرط ان یکون الذی ینتصرہ عالمان العالم لا ینقص من الحدیث الا ما لا تعلق له بما ینقیہ منه بحیث لا تختلف الدلالة ولا ینختل البیان حتی یکون المذکور والمحذوف بمنزلة خبر بن او يدل ما ذکره علی ما حذفه بخلاف الجاهل فانه قد ینقص ما له تعلق کترک الاستثناء. (شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ۸۳)

(ترجمہ) اختصار حدیث کو اکثر محدثین نے جائز رکھا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اختصار کرنے والا صاحب علم ہو کیونکہ عالم فقط ان الفاظ کو حذف کرے گا جن کا تعلق بقیہ الفاظ سے نہ ہوگا اور اس طرح دلالت بیان اور حدیث کے حکم پر کوئی فرق واقع نہ ہوگا یہاں تک کہ محذوف و مذکور و خبریں قرار پائیں گی یا وہ اس صورت میں اختصار کرے گا کہ جس حصے کو وہ بیان کر رہا ہے وہ محذوف حصے پر دلالت کرے بخلاف جاہل کے۔ کہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ متعلقہ حصے کو حذف کر دے جیسے استثناء کا ترک کرنا۔

روایت بالمعنی:

تعریف: روایت بالمعنی یہ ہے کہ راوی روایت کے الفاظ کے بجائے معانی کو اپنے الفاظ میں بیان کرے۔

یہ امر غور طلب ہے کہ روایت بالمعنی جائز ہے یا نہیں کیونکہ احوط تو یہی ہے کہ الفاظ نہ بدلے جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ترتیب الفاظ میں جو حکمتیں ہیں ان کو اللہ تبارک تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شرح نخبہ الفکر میں لکھتے ہیں ”روایت بالمعنی میں اختلاف مشہور ہے اور اکثر کے نزدیک جائز ہے اور ان کی قوی ترین دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عجمیوں میں سے جو شخص عربی زبان کا عالم ہو اس کے لئے شریعت کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنا جائز ہے اور جب ایک عربی لفظ کو دوسری لغت کے لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا جائز ہے تو عربی لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مفر دات میں جائز ہے (مثلاً لیث کی جگہ اسد کہنا) اور مرکبات میں جائز نہیں ہے ایک قول یہ ہے کہ جس شخص کو لفظ مستحضر ہو اور وہ اس میں تصرف پر قادر ہو اس کے لئے جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اسکے لئے جائز ہے جس کو حدیث حفظ ہو اور وہ اس کے الفاظ بھول گیا ہو اور اس کا معنی ذہن میں مرتسم ہو۔ اس کے لئے روایت بالمعنی اس لیے جائز ہے تاکہ وہ حکم کا حامل ہو سکے اور تمام بحث جواز اور عدم جواز میں ہے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ بیان کرنا اولیٰ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ روایت بالمعنی کا دروازہ بند کرنا چاہیے تاکہ وہ شخص روایت بالمعنی کی جرأت نہ کرے جس کو الفاظ عربیہ اور ان کے متبادل الفاظ بولنے کا بلکہ نہیں ہے۔

روایت بالمعنی میں ضروری یہ ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جو احتیاط ظاہر کریں جیسے او کما قال او کما ورد وغیرہ، ابن مسعود، ابوالدرداء اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے اسی طرح کے الفاظ مروی ہیں صحابہ جو کہ اہل زبان تھے اور کلام کے معانی کو سمجھنے میں ساری مخلوق سے زیادہ عالم تھے اس طرح کے جملے صرف خطاء کے خوف سے نہیں کہتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ روایت بالمعنی میں کیا خطرات ہیں۔

غریب الحدیث :

لغوی تعریف : غَرِيبٌ غَرِبٌ سے مشتق ہے جس کے معنی اکیلا کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف : محدثین کے ہاں غریب الحدیث سے مراد حدیث کے ایسے الفاظ ہیں جن کے معانی واضح نہ ہوں حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے بارے میں نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ اگر حدیث کا مفہوم اس لئے مخفی ہو کہ لفظ بہت کم استعمال ہوا ہے تو شرح الغریب کے سلسلے میں جو تصانیف ہیں ان کی طرف رجوع کیا جائیگا۔

(شرح نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر ۸۴)

غریب الحدیث کو حدیث کی اس قسم کے ساتھ ملتہس نہیں کرنا چاہیے جو فرد اور غریب کی بحث میں گزر چکی ہے۔ غریب الحدیث سے مراد وہ ابہام ہے جو کسی حدیث کے مفہوم کو متعین کرنے کے سلسلے میں پیدا ہوتا ہے محدثین کے ہاں اس کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے اور الفاظ کے معنی متعین کرنے کے سلسلے میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے غریب الحدیث کے ایک لفظ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ”غریب الحدیث کے علماء سے پوچھو کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے قول پر اپنے گمان کے مطابق بات کر کے خطا کا ارتکاب کروں۔“

(شرح نخبۃ الفکر لملا علی قاری ص ۵۰۲)

اسی لئے حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں کہ یہ ایک اہم علم ہے جس سے ناواقفیت اصحاب حدیث کے لئے خاص طور پر اور اہل علم کے لئے عام طور پر ناپسند کی جاتی ہے اس میں غور فکر کرنا آسان نہیں اور اس میں انہماک رکھنے والے کے لئے تحقیق و جستجو ضروری اور احتیاط مناسب ہے۔

جہالة الراوی : طعن راوی کا آٹھواں سبب ہے۔ یعنی راوی کی ذاتی یا صفاتی حالت

کا غیر معلوم اور غیر معروف ہونا ہے اسباب جہالت تین ہیں (۱) راوی کا قلیل الروایت ہونا (۲) عدم تسمیہ (۳) راوی کا غیر معروف صفت کے ساتھ ذکر کرنا۔

(۱) **راوی کا قلیل الروایت ہونا:** راوی مجہول اس لیے ہوتا ہے کہ اس سے بہت کم روایات مروی ہوتی ہیں۔ ایسے راوی کا نام لینے کے باوجود راوی میں جہل پایا جاتا ہے کیونکہ ایسے راوی سے استفادہ کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لئے راوی کا حال معلوم کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

(۲) **عدم تسمیہ:** راوی کا کہنا کہ مجھے فلاں نے خبر دی بھی جہالت کا سبب بنتا ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ یہ فلاں کون ہے مثلاً راوی کا یہ کہنا ”کہ اخبرنی فلان یا اخبرنی شیخ یا اخبرنی رجل“۔

(۳) **راوی کا غیر معروف صفت کے ساتھ ذکر کرنا:** راوی کا غیر معروف نام یا اس کی غیر معروف کنیت یا غیر معروف لقب یا غیر معروف صفت یا غیر معروف پیشے سے ذکر کرنے کی وجہ سے بھی راوی میں جہالت آجاتی ہے۔ مثلاً محمد بن سائب بن بشر الکلبی ان کو بعض نے دادا کی طرف نسبت دے کر یوں ذکر کر دیا محمد بن بشر۔ بعض نے ان کی کنیت ابو النصر ذکر کی بعض نے کنیت ابو سعید بتائی اور بعض نے ابو ہشام۔ بس گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ سب الگ الگ شخصیات کے نام ہیں لیکن دراصل یہ شخص واحد ہیں مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبد الرحمن کے نام سے ذکر کیا جائے تو کم ہی لوگ پہچان سکتے ہیں۔ محدثین نے ایسے راویوں کی وضاحت کے لئے جو تصانیف تحریر فرمائیں ہیں انہیں ”موضح“ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں مذکورہ وہموں کی وضاحت کی گئی ہے۔

مبہم راوی کی حدیث: جس حدیث کے راوی کی صراحت نہ ہو اس کو بھی مجہول کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث ضعیف کی قسم ہے اس کی مثال یہ حدیث ہے جسے مسلم نے ابو ہریرہ اور ترمذی نے حضرت علی و ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے نقل کیا ہے۔ قال خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال یا ایہا الناس قد فرض اللہ علیکم الحج فحجوا فقال رجل أکل عام یا رسول اللہ ﷺ فسبکت حتی فقالہا ثلاثا فقال رسول اللہ ﷺ لو قلت نعم لوجبت ولما

استطعتم - (مسلم، ترمذی کتاب الحج باب ماجاء کم فرض الحج ج
۱ ص ۲۸۹)

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا! اے لوگو! اللہ عزوجل نے تم پر حج فرض کیا ہے لہذا حج کرو۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال کرنا ہے۔ آپ ﷺ خاموش رہے اور اس نے تین مرتبہ دہرایا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یہ فرض ہو جاتا اور تم اسکی استطاعت نہ رکھتے۔

اس حدیث میں رجل سے ابہام پیدا ہوا ہے۔ تو دوسری حدیث مبارک سے جسے عبد اللہ بن عباس نے روایت کیا اور ابو داؤد و شریف میں نقل کی گئی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ وہ شخص اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

مجهول راوی کی حدیث: اسباب جہالت پیچھے بیان کئے جا چکے روایت کرنے کے اعتبار سے مجهول راوی کی دو (۲) قسمیں ہیں۔
(۱) مجهول العین۔ (۲) مجهول الحال۔

(۱) **مجهول العین:** حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
فان سمی الراوی و انفرد راو واحد بالروایۃ عنہ فهو مجهول العین
کالمبہم الا ان یوثقہ غیر من یفرد بہ عنہ علی الاصح و کذا من ینفرد عنہ
اذا کان متأہلا لذلک۔

(نزهة النظر مع شرحه نخبة الفكر لملا علی قاری ص ۵۱۶)۔

(ترجمہ) اگر مروی عنہ موسوم ہو اور اس سے صرف ایک راوی روایت کرے تو وہ مروی عنہ مبہم کی طرح مجهول العین ہو گا مگر یہ کہ اس راوی کے علاوہ کوئی اس کی توثیق کرے جو اس سے منفرد نہ ہو صحیح قول پر۔ اسی طرح وہ بھی (اس کی توثیق کرے) جو اس سے منفرد ہے اگر اس روایت کا اہل تصور کیا جاتا ہے۔

مجهول العین کی حدیث کا حکم: راوی مجهول العین کی حدیث قابل قبول نہیں ہے لیکن اگر ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی نے اس کی توثیق کی ہو تو وہ حدیث مقبول ہوگی لیکن یہ قاعدہ صحابہ کے ماسوا ہی ہے کیونکہ تمام صحابہ روایت کرنے میں عادل ہیں۔
مجهول الحال: حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان روی عنہ اثنان فصاعدا ولم یوثق هو مجهول الحال وفهو المستور
(شرح نزہة النظر مع نخبة الفکر ۸۴)

(ترجمہ) اگر اس سے دو یا دو سے زائد راوی نام لے کر روایت کریں لیکن اس کی توثیق نہ کریں تو وہ مجہول الحال ہوگا اور وہی مستور ہے۔

مجہول الحال کی حدیث کا حکم۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نزہة النظر میں لکھتے ہیں۔ وقد قبل روايته جماعة بغیر قید و ردھا الجمهور و التحقیق ان رواية المستور ونحوه مما فيه الاحتمال لا يطلق القول بردها ولا بقبولها بل هي موقوفة الى استبانة حاله كما جزم به امام الحرمين و نحوه قول ابن الصلاح فيمن جرح بجرح غير مفسر .

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفکر ۸۴)

(ترجمہ) اور کچھ لوگوں نے بغیر قید کے اس کی روایت کو قبول کیا ہے اور جمہور نے اسے رد کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ مستور کی روایت اور اس کی طرح احتمال والی روایت کے بارے میں مطلق قبول اور رد کی بات نہ کی جائے بلکہ کہا جائے کہ یہ اس کے حالات واضح ہونے پر موقوف ہے جیسا کہ امام الحرمین نے کہا اور اسی کی طرح ابن الصلاح کا قول جس پر غیر واضح جرح کی جائے۔

بدعت :

لغوی تعریف : بدعت بُدْع سے ہے جس کے معنی ایجاد کرنا ابتداء کرنا ہے۔

چند احادیث مبارکہ پڑھئے جن میں یہ اصطلاح استعمال کی گئی۔

(۱) ان اصدق الحديث كتاب الله واحسن الهدى هدى محمد
وشر الامور محدثاتها و كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة
في النار. (نسائی)

(ترجمہ) بلاشبہ سب سے زیادہ سچی بات کلام اللہ اور سب سے اچھی سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور سب سے برے امور دین میں نئے ایجاد کردہ امور ہیں ہر ایجاد کردہ شی بدعت ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کا ایندھن ہے۔

(۲) فاحسن الكلام كلام الله واحسن الهدى هدى محمد الا واياكم و

محدثات الامور فان شر الامور محدثاتها و كل بدعة ضلالة . (ابن ماجه، المقدمة باب اجتناب البدع و الجدل ص ۶)

(ترجمہ) سب سے اچھی بات کلام اللہ عز و جل ہے اور سب سے اچھی سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے دین میں ایجاد کردہ کاموں سے بچو اور سب سے برے امور دین میں نئے ایجاد کردہ امور ہیں ہر ایجاد کردہ شی بدعت ہے اور یہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۳) من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شيء و من سن فی الاسلام سنة بيئة فله و زرها و زر من عمل بها من غير ان ينقص من اوزارهم شيء .

(مسلم کتاب الزکاة باب: الحث علی الصدقة ولو بشق تمره أو كلمة طيبة رقم ۱۰۱۷، النسائی کتاب الزکاة باب: التحريض علی الصدقة ج ۱ ص ۲۷۴ جامع الاصول ج ۶ ص ۴۵۷ رقم ۴۶۶۳، مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۳)

(ترجمہ) جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کریگا اس کو اسکا ثواب ملے گا اور اسکا بھی جو اس پر عمل کریگا اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا بھی گناہ اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت ادا کروا کر فرمایا نعم البدعة هذه فتاویٰ شامی کے مقدمے میں فضائل امام اعظم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "علماء فرماتے ہیں یہ حدیثیں اسلام کے قوانین ہیں جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے اسے اس کام میں سارے پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھا طریقہ نکالے اسے قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔ (مقدمة الشامی مطلب، يجوز تقليد المفضول مع وجود الافضل ج ۱ ص ۱۴۰)

بدعتی راوی کا حکم - حافظ ابن حجر عسقلانی اسباب طعن کا نواں سبب بیان کرتے ہوئے بدعتی راوی کا حکم بیان کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نزہہ النظر میں بدعت سیئہ کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) **بدعت مکفرہ** : اللہ عزوجل کو مجسم ماننا جیسا کہ ابن تیمیہ اور اس کے متبعین و ہابیہ کا مذہب ہے۔ کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ رکھنا جیسا کہ دیوبندیوں اور تبلیغیوں کا عقیدہ ہے یا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا یا فرشتوں کو نیکی کی طاقت ماننا اور فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا غرض یہ کہ ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کر کے نیا عقیدہ گھڑ لینا کفر ہے اور ایسے کفر کو بدعت مکفرہ کہتے ہیں ایسے بدعتی کی حدیث مردود ہے اور ایسا بدعتی جہنمی ہے۔

(۲) **بدعت مفسقہ** : وہ اعتقاد و نظریات جو ضلالت اور گمراہی کا باعث ہوں یا ہر وہ کام جس کے ذریعے فرض و واجب یا سنت موکدہ چھوڑ دی جائے بدعت مفسقہ ہے اس کے ارتکاب پر تکفیر نہیں کی جاتی ایسی حدیث کے قبول اور رد میں اختلاف ہے۔

بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث کا حکم : بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث جمہور محدثین قبول نہیں کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی روایت مطلقاً مقبول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کی تائید کیلئے کذب کے جائز ہونے کا اعتقاد نہیں کرتا تو اس کی روایت مقبول ہے۔ ورنہ نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ہر بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث مردود نہیں ہوتی کیونکہ ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی مبالغہ کر کے اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے اگر اسی قول کا مطلقاً اعتبار کر لیا جائے تو تمام فرقوں کی تکفیر لازمی آئے گی۔ اس لئے معتمد بات یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے امر متواتر کا انکار کرے جس کا دین سے ہونا بد اھتہ معلوم ہو اس کی روایت مردود ہوگی۔ اسی طرح اس کی روایت بھی مردود ہوگی جو کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھے جس کے متعلق بد اھتہ معلوم ہو کہ یہ دین کا مخالف ہے اور جو اس طرح کا نہ ہو اور اس کا حفظ اور ضبط تام ہو اور اس کے ساتھ وہ متقی اور پرہیزگار بھی ہو تو اس کی حدیث قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفکر ۸۷-۸۸)

بدعت مفسقہ کے مرتکب کی حدیث کا حکم : بدعت مفسقہ کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں۔ بدعت مفسقہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر مطلقاً تکفیر نہیں کی جاتی اور اس کے رد اور قبول میں اختلاف ہے اور ایک قول یہ

ہے کہ اس کے مرتکب کی روایت مطلقاً مردود ہے اور یہ بہت بعید ہے۔ اس پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس کی روایت قبول کرنے سے اس کے طریقے کی ترویج ہوگی اور اسکی تعظیم ہوگی اس دلیل پر اعتراض یہ ہے کہ پھر بدعتی راوی کی اس روایت کو بھی قبول نہیں کرنا چاہیے جس کو روایت کرنے میں غیر بدعتی بھی شریک ہے۔ اور ایک قول یہ ہے اگر کذب کے حلال ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کی روایت مطلقاً قبول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس کی روایت اس کی بدعت کی تائید نہیں کرتی تو اس کی روایت مقبول ہوگی کیونکہ اپنی بدعت کو مزین کرنے کیلئے ہو سکتا ہے وہ روایات میں تحریف کرے اور یہی زیادہ صحیح قول ہے اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے اور جو روایت اس کے مذہب کو تقویت پہنچاتی ہو اس کو مذہب مختار پر مسترد کر دیا جائے گا امام ابو داؤد اور امام نسائی کے شیخ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب جوذ جانی نے اپنی کتاب معرفة الرجال میں اس کی تصریح کی ہے راویوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ ان میں کچھ لوگ حق سے یعنی سنت سے منحرف ہیں لیکن صادق الکلام ہیں تو ان کی غیر منکر حدیث کو قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں بشرط یہ کہ یہ حدیث انکی بدعت کیلئے باعث تقویت نہ ہو۔

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ۸۹، ۹۰)

سوء حفظ:

اسباب طعن میں دسواں سبب سوء حفظ ہے جسکا تعلق ضبط سے ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) سوء حفظ لازم (۲) سوء حفظ طاری

(۱) سوء حفظ لازم: وہ جو راوی میں ہمیشہ سے ہو اور ہر حال میں رہتا ہو۔ ایسے راوی کی حدیث کو بعض محدثین کی اصطلاح میں شاذ کہتے ہیں۔ شاذ کی ایک اور تعریف جو پہلے گزری ہے وہ دوسرے قول کی بنا پر ہے۔ ایسی روایت کو رد کر دیا جاتا ہے۔

سوء حفظ طاری: اگر سوء حفظ بڑھا پے کی وجہ سے ہو جیسے جوانی میں اس کی یادداشت صحیح ہو اور بڑھا پے میں یادداشت میں خرابی آجائے یا بڑھا پے کے علاوہ کسی اور وجہ سے یادداشت خراب ہو جائے مثلاً کتابوں سے روایت کرتا تھا کتابیں گم ہو گئیں یا تلف ہو گئیں یا راوی نابینا ہو گیا یا قدرتی عوامل کی وجہ سے یادداشت میں کمی آگئی ایسے راوی کی حدیث کو مختلط کہتے ہیں۔ جب اس بات کا پتہ چل جائے کہ راوی نے یہ حدیث اختلاط سے

پہلے بیان کی گئی تو راوی کے ثقہ ہونے کی صورت میں ایسی حدیث مقبول ہے اور اگر اختلاط کے بعد کی روایت ہے تو مردود ہے اور اگر اس کا فیصلہ نہ ہو پائے کے اختلاط سے پہلے کی روایت ہے یا بعد کی تو اس پر توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ پتہ چل جائے۔

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ۹۰، ۹۱)

مروی عنہ کے اعتبار سے خبر کی تقسیم:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نزہة النظر میں لکھتے ہیں اسناد یا تو نبی ﷺ پر صراحۃً یا حکماً ختم ہوں گیں یا صحابی و تابعی پر اول الذکر حدیث مرفوع ہے اور ثانی الذکر حدیث موقوف ہے اور ثالث الذکر حدیث مقطوع ہے۔

اسناد کی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسناد کی تعریف کرتے ہوئے لکھا۔ هو الطريق الموصلة الى المتن۔

(شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ۹۲)

(ترجمہ) وہ متن تک پہنچانے کا طریقہ ہے۔

اسناد کی اہمیت: عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ الا سناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء و ما شاء۔

(مقدمة المسلم باب الاسناد من الدين ج ۲ ص ۱۲ معرفة علوم الحديث ص ۶)

(ترجمہ) اسناد دین کا اہم جز ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو کوئی شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی انتہاء اسناد کے اعتبار سے حدیث کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

(۱) حدیث مرفوع (۲) حدیث موقوف (۳) حدیث مقطوع

لیکن ہم حدیث قدسی کو بھی اسی کے ساتھ ذکر کرنا پسند کرتے ہیں۔

حدیث قدسی: حدیث قدسی دراصل مرفوع حدیث ہے لیکن اس میں صحابی صرف حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ حضور کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرتا ہے۔

لغوی تعریف: قُدْسِي قُدْس سے مشتق ہے۔ جس کے معنی پاکیزگی اور بے عیب ہونا

اصطلاحی تعریف: ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ مقدمۃ الاحادیث القدسیہ میں اسی کی تعریف یوں لکھتے ہیں۔ حدیث قدسی وہ ہے جسے راویوں کے صدر اور ثقہ حضرات کا ماخذ محمد ﷺ سے روایت کریں یہ کلام کبھی بواسطہ جبریل اور کبھی وحی الہام یا خواب کی صورت میں عطا ہو لیکن اسی مفہوم کی تعبیر کا اختیار آنحضرت ﷺ کو تفویض کیا گیا ہے کہ وہ جس نوع کلام میں چاہیں اسے ادا کریں۔

حدیث قدسی اور قرآن مجید کے درمیان فرق :

(۱) قرآن مجید کے ثبوت میں تواتر کی شرط لگائی جاتی ہے۔ جب کہ حدیث قدسی کے ثبوت میں تواتر کی شرط نہیں۔

(۲) قرآن مجید کے معنی اور لفظ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ جب کہ حدیث قدسی کے معنی اللہ عز وجل کی جانب سے ہیں اور لفظ نبی اکرم ﷺ کی جانب سے ہیں۔

(۳) قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل مروی ہیں یعنی ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں۔ جب کہ حدیث قدسی میں ایسا نہیں۔

حدیث قدسی کی مثال۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الیّ عبدی بشیء أحب الیّ مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یر بہ ویدہ الذی یمس بہا ورجلہ الذی یمشی بہا وان سألنی لأعطینہ ولن استعاذن فی لا عینہ۔

(بخاری کتاب الرقاق جلد ۲ ص ۹۶۳)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے

باتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔

حدیث مرفوع:

لغوی تعریف: مَرْفُوع رَفَعَ سے ہے جس کے معنی اٹھانا اور آگے بڑھانا ہے۔ اس حدیث کا نام مرفوع اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی نسبت بلند اور رفیع مقام والے کی طرف ہوتی ہے جو کہ نبی کریم ﷺ ہیں۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزہۃ النظر میں مرفوع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وهو ما ان ينتهي الى النبي ﷺ ويقتضى لفظه اما تصريحاً او حكماً ان المنقول بذلك الاسناد من قول او من فعل او من تقريره (نزہۃ النظر مع شرحه لملا علی قاری ص ۵۹۵)

(ترجمہ) مرفوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم ﷺ پر منتهی ہوتی ہے اور اس کے الفاظ تصریحاً یا حکماً یہ تقاضا کرتے ہیں کہ اس اسناد سے جو کچھ منقول ہے وہ حضور اکرم ﷺ کا قول فعل یا تقریر ہے۔

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں۔ وهو ما اضيف الى رسول الله ﷺ خاصة ولا يقع مطلقة على غير ذلك ويدخل في المرفوع المتصل والمنقطع والمرسل ونحوها (مقدمة ابن الصلاح)

(ترجمہ) مرفوع وہ حدیث ہے جو خاص طور پر رسول اللہ (ﷺ) کی طرف منسوب کی جائے اس کے سوا کسی اور پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس میں متصل منقطع مرسل اور اس طرح کی تمام روایات داخل ہیں۔

حدیث مرفوع کی اولاد و قسمیں ہیں۔

حدیث مرفوع صریح۔ حدیث مرفوع حکمی۔ پھر ان دونوں کی مزید تین تین قسمیں ہیں۔ اس لحاظ سے مرفوع حدیث کی چھ اقسام بنتی ہیں۔ (۱) مرفوع قولی صریح (۲) مرفوع فعلی صریح (۳) مرفوع تقریری صریح (۱) مرفوع قولی حکمی (۲) مرفوع فعلی حکمی (۳) مرفوع تقریری حکمی۔

مرفوع قولی صریح: مرفوع قولی صریح سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے اس میں حضور اکرم ﷺ کا کوئی صریح ارشاد نقل کیا گیا ہو اس کی مثال یہ

ہے کہ صحابی کہے حدثنا رسول اللہ ﷺ بكذا
(ترجمہ) ہم سے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان کیا۔ یا

سمعت رسول اللہ ﷺ يقول كذا۔

(ترجمہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

یا کوئی صحابی یا غیر صحابی یہ کہے قال رسول اللہ كذا۔

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے ایسے فرمایا۔ یا

عن رسول اللہ ﷺ انه قال كذا۔

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے اس طرح فرمایا۔

مرفوع فعلی صریح: مرفوع فعلی صریح سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے اور اس میں حضور اکرم ﷺ کا کوئی عمل صراحۃً نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے۔ رايت رسول اللہ فعل كذا۔

(ترجمہ) یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا۔ یا صحابی و غیر صحابی کہے۔ کان

رسول اللہ ﷺ يفعل كذا۔

(ترجمہ) یعنی رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔

مرفوع تقریری صریح: مرفوع تقریری صریح وہ حدیث ہے جس کی سند حضور

اکرم ﷺ تک پہنچے اور اس میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے کوئی کام ہونے کا ذکر ہو لیکن حضور

اکرم ﷺ نے اس کام پر انکار نہ فرمایا یعنی آپ ﷺ نے اس کو مقرر رکھا رو نہ فرمایا۔ جیسے

صحابی کہے۔ فعلت بحضرة النبی ﷺ كذا

(ترجمہ) میں نے حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں ایسا کیا۔ یا صحابی و غیر صحابی کہے۔

فعل فلان بحضرة النبی ﷺ كذا۔

(ترجمہ) یعنی فلاں شخص نے حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں یہ کام کیا۔

مرفوع قولی حکمی: وہ حدیث کہ جس میں کوئی صحابی کسی ایسے واقعہ کی خبر دے

اور کوئی ایسی بات کہے جو نہ تو اسرائیلیات میں سے ہو نہ اس میں صحابی کے اجتہاد کا دخل ہو نہ

وہ بات حل لغات یا شرح غریب سے متعلق ہو مثلاً قرب قیامت کے فتنے یا احوال قیامت یا کسی کام کے مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب کو بیان کیا جائے۔

مرفوع فعلی حکمی : حدیث مرفوع فعلی حکمی وہ حدیث ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچی ہو اور اس میں صحابی کا کوئی ایسا کام نقل کیا گیا ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو تو صحابی کے اس عمل کو مرفوع کا درجہ دیا جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ یہ عمل آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق یا آپ ﷺ کے طریق سے ماخوذ ہوگا۔

مرفوع تقریری حکمی : مرفوع تقریری حکمی وہ حدیث ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچی ہو اور صحابی ارشاد فرمائیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایسا کیا کرتے تھے یہ اس لئے حجت ہے کہ ان کے کاموں پر حضور اکرم ﷺ مطلع ہوتے تھے اور ویسے بھی صحابہ کرام علیہم رضوان ہر کام آپ ﷺ سے پوچھ کر کیا کرتے تھے اس لئے صحابہ کسی ایسے فعل کو دائماً نہیں کر سکتے نیز زمانہ بھی نزول وحی کا تھا اس لئے اگر صحابہ کا کوئی عمل ناپسندیدہ ہوتا تو شریعت ضرور اس سلسلے میں کوئی ہدایت دیتی پس یہ حدیث مرفوع تقریری حکمی ہے اس کی مثال بخاری کی حدیث جس میں ابوسعید خدری اور جابر رضی اللہ عنہما نے عزل کے جواز پر اس طرح استدلال کیا کہ ان سے مروی ہے۔ کنا نعزل والقرآن ینزل۔ یعنی ہم عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کہ اولین مہاجرین سبز عمامہ باندھا کرتے تھے۔

حدیث کی تدوین کی نوعیت کے اعتبار سے اقسام

(۱) **جامع :** وہ کتاب ہے جس میں آٹھ (۸) مضامین کے تحت احادیث لائی جائیں۔
(۱) عقائد (۲) سیر (۳) آداب (۴) فتن (۵) مناقب (۶) احکام (۷) تغیر (۸) اشراط صحاح ستہ میں سے بخاری اور ترمذی بالاتفاق جامع ہے۔ مسلم شریف میں اگرچہ یہ آٹھوں باتیں ہیں مگر تغیر برائے نام ہے اس لئے یہ جامع نہیں۔

(۲) **صحیح :** جس کتاب کے مصنف نے صرف صحیح احادیث کو جمع کرنے کا التزام کیا ہو۔ مثلاً الصحیح للبخاری اور الصحیح للمسلم۔

(۳) **مسند :** وہ کتاب ہے جس میں احادیث مبارکہ کو صحابہ کرام علیہم رضوان کے ناموں کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہو یا وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات کو الگ الگ جمع

کیا گیا ہو مثلاً مسند امام احمد بن حنبل اور مسند حمیدی وغیرہ۔

(۴) **سنن** : وہ کتاب جس میں ابواب فقہ کی ترتیب سے احکام کے متعلق احادیث مبارکہ ہوں جیسے۔ سنن ابوداؤد، سنن نسائی ابن ماجہ وغیرہ۔

(۵) **معجم** : وہ کتاب جس میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے معجم نظیرانی۔

(۶) **رسالہ** : وہ کتاب جس میں جامع کے آٹھ مضامین میں سے کسی ایک مضمون کے تحت احادیث مبارکہ لائی جائیں۔

(۷) **مفرد** : وہ کتاب جس میں صرف ایک شیخ کی روایات کو جمع کیا گیا ہو۔

(۸) **مستدرک** : وہ کتاب ہے جس میں ان احادیث کو درج کیا جائے جو کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے جاکہ کی مستدرک علی الصحیحین وغیرہ۔

(۹) **اربعین** : وہ کتاب ہے جس میں چالیس (۴۰) احادیث ہوں جیسے امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اربعین نووی وغیرہ۔

(۱۰) **اطراف** : وہ کتاب جس میں حدیث کا کوئی ایسا حصہ ذکر کیا جائے جو بقیہ حدیث پر دلالت کرتا ہو پھر اس کی تمام سندوں کو یا مخصوص کتابوں کی سندوں کو جمع کر دیا جائے جیسے الكتب الخمسة لابن العباس اور اطراف المرذی وغیرہ۔

(۱۱) **امالی** : وہ کتاب ہے جس میں کسی شیخ کی لکھائی ہوئی احادیث ہوں جیسے امالی امام محمد وغیرہ۔

(۱۲) **مستخرج** : وہ کتاب جس میں کسی اور کتاب کی احادیث کے ثبوت کے لئے اس کتاب کے مصنف کے شیخ الشیخ کی دوسری سندوں کو ذکر کیا جائے جیسے مستخرج لابن نعیم علی البخاری۔

(۱۳) **موضوعات** : وہ کتاب جس میں موضوع احادیث کا ذکر کیا جائے جیسے ابن جوزی کی کتاب الموضوعات ملا علی قاری کی الموضوعات الکبریٰ وغیرہ۔

(۱۴) **علل** : وہ کتاب جس میں معلل احادیث ذکر کی جاتی ہیں جیسے امام احمد بن حنبل کی العلیل و معرفة الرجال امام ترمذی کی کتاب العلیل الکبیر اور انہی کی دوسری کتاب العلیل الصغیر وغیرہ۔

لغوی تعریف: مَوْقُوفٌ وَقْفٌ سے ہے جس کے معنی ٹھہرنا یا چپ چاپ کھڑے ہونا ہے۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ او ينتهي غاية الا سناد الى الصحابي كذلك أي مثل ماتقدم في كون اللفظ يقتضي التصريح بأن المنقول هو من قول الصحابي او من فعله او من تقريره ولا يجبي فيه جميع ماتقدم بل معظمه و الشبيه لا تشترط فيه المساواة من كل جهة (نخبة الفكر مع شرحه نخبة الفكر لملا عسى قارى ص ۵۷۴)

(ترجمہ) موقوف یہ ہے کہ سلسلہ اسناد اسی طرح صحابی پر ختم ہو یعنی جس طرح پہلے کہا جا چکا ہے کہ الفاظ صریح ہوں اس طرح کہ منقول صحابی کا قول فعل یا تقریر ہے اس میں تمام سابقہ شرائط (مرفوع والی) تو نہیں آئیں گی لیکن گزشتہ بیان کا بڑا حصہ شامل ہوگا اور تشبیہ ہر جھٹ سے مساواة سے مشروط نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ کی تعریف سے یہ واضح ہوا کہ موقوف کی بھی تین قسمیں ہیں (۱) حدیث موقوف قوی (۲) حدیث موقوف فعلی (۳) حدیث تقریری

یعنی ہر وہ قول فعل یا سکوت جس کی اضافت صحابی کی طرف ہو حدیث موقوف ہے۔

(۱) **حدیث موقوف قوی:** وہ ہے جس میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات منقول ہوں جیسے حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا۔ حدثوا الناس بما يعرفون اتریدون ان یکذب الله ورسوله۔

(بخاری، مرقاة کتاب العلم ج ۱ ص ۴۷۸)
(ترجمہ) لوگوں کو وہ چیز بیان کرو جسے وہ سمجھ سکیں کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ عز و جل اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا جائے۔

(۲) **حدیث موقوف فعلی:** وہ روایت ہے جس میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کسی فعل کا ذکر موجود ہو جیسے بخاری کی روایت ام ابن عباس و هو متیمم (ترجمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یتیم کی حالت میں امامت کی۔

(بخاری کتاب التیمم باب الصعیذ الطیب وضوء المسلم ج ۱ ص ۴۹)

حدیث موقوف تقریری: وہ روایت ہے جس میں تابعی کا قول ہو کہ میں نے فلاں صحابی کے سامنے یہ کیا اور انہوں نے کوئی تکیر نہیں کی مثلاً یوں کہے۔ فعلت کذا امام احدا لصحابة و لم ینکر علی۔

(ترجمہ) میں نے ایک صحابی کے سامنے یوں کہا اور انہوں نے میری تکیر نہیں کی۔
حدیث مقطوع:

لغوی تعریف: مَقْطُوعٌ قَطْعٌ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ قطع وصل کی ضد ہے اور اس کے معنی کاٹنا یا جدا کرنا ہے۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر نزہہ النظر میں فرماتے ہیں۔ والثالث المقطوع وهو ما ینتہی الی التابعی ومن دون التابعی من أتباع التابعین فمن بعدہم فیہ ای فی التسمیة مثله ای مثل ما ینتہی الی التابعی فی تسمیة جمیع ذلک مقطوعا۔ (شرح نزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۱۰۴)

(ترجمہ) اور تیسری قسم مقطوع ہے اور وہ ایسی حدیث ہے جس کی سند تابعی یا اس کے نیچے تبع تابعی یا اس کے بعد کسی شخص پر ختم ہو جاتی ہے گویا تابعی تبع تابعی اور اس کے بعد کے شخص پر ختم ہونے والی تمام روایات مقطوع کہلائیں گی۔

مقطوع کی اقسام: حدیث مقطوع کی دو اقسام ہیں۔

(۱) مقطوع قولی (۲) مقطوع فعلی

مقبول اور مردود کے درمیان مشترک انواع۔

مسند:

لغوی تعریف: مُسْنَدٌ اُسْنَدٌ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی اس نے اسے منسوب کیا اور اضافت کی۔

اصطلاحی تعریف: اس کی اصطلاحی تعریف حافظ ابن حجر عسقلانی نزہہ النظر میں یوں کرتے ہیں۔ هو مرفوع صحابی بسند ظاہرہ الاتصال۔

(شرح النزہة النظر مع نخبة الفكر ص ۱۰۵)

(ترجمہ) یہ صحابی کی روایت کردہ وہ حدیث ہے جس کی سند بظاہر متصل ہو۔

اس کی تعریف کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں صحابی کی قید سے تابعی کی روایت نکل گی

کیونکہ وہ مرسل ہے اسی طرح تبع تابعی یا اس کے نیچے درجے کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ معضل یا معلق ہے اور بظاہر اتصال کی قید سے وہ حدیث نکل گئی جو بظاہر منقطع ہے اور جو حدیث حقیقتہً متصل ہو وہ اس میں بطریق اولیٰ داخل ہوگی اور بظاہر کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ انقطاع خفی مثلاً مدلس کی معنعن حدیث یا جن معاصر کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہیں وہ بھی مسند کی تعریف میں داخل ہوگئی کیونکہ ائمہ کا اس کے مسند ہونے پر اتفاق ہے۔

(شرح نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ص ۱۰۵، ۱۰۶)

حدیث متصل:

لغوی تعریف: مُتَّصِلٌ اتَّصَلَ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ انقطاع کی ضد ہے اس کو موصول بھی کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: علامہ نووی اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ ویسمی

الموصول، هو ما اتصل اسنادہ مرفوعاً کان أو موقوفاً علی من کان۔
(ترجمہ) جس حدیث کی سند متصل ہو خواہ وہ حدیث مرفوع ہو یا کسی پر بھی موقوف ہو اس کو

موصول کہتے ہیں۔ (تقریب النواوی مع شرحہ تدریب الراوی ص ۱۱۵)

حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ تابعین کے اقوال جب ان کی اسناد متصل ہوں تو انہیں مطلقاً

متصل کا نام نہیں دیا جاسکتا ہاں قید کے ساتھ جائز ہے جو کہ علماء کے کلام میں موجود ہے جیسا

کہ ان کا کہنا ہے کہ یہ روایت سعید بن مسیب تک متصل ہے یا یہ امام زہری تک یا یہ امام

مالک وغیرہ تک متصل ہے اس میں نکتہ اور باریک فرق یہ ہے کہ ان کا نام مقایع رکھا جاتا ہے

اور ان پر متصل کا عام اطلاق کرنا ایسے ہے جیسے ایک چیز کے لغوی اعتبار سے دو متضاد وصف

بیان کئے جائیں۔

﴿تم الكتاب بعون الملك الوهاب﴾

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری